باب پنجم

شیخ (مرشد، پیر) کامل

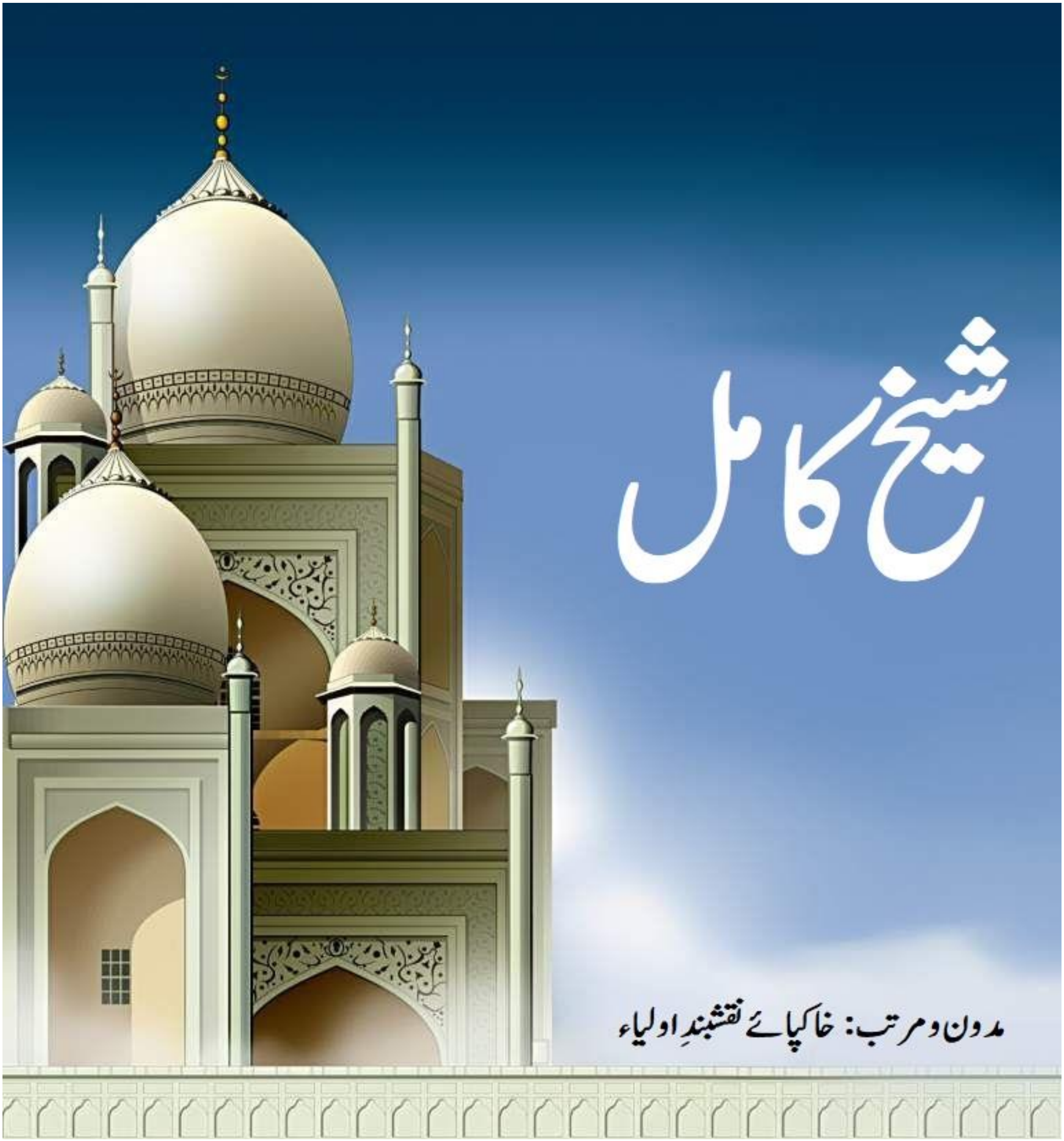
شیخ کامل
مدون و مرتب: خاکپائے نقشبندِ اولیاء

کامل مرشد محمد رسول ﷺ کا محب ہوتا ہے اور ناقص مرشد شیطان (کا دوست ہوتا) ہے

جب کوئی صاحب نظر (کامل مرشد) کسی طالب اللہ پر نظر ڈالتا ہے تو اس کے وجود میں بے گمان ذکر جاری ہو جاتا ہے اور اسکا قلب زندہ ہو جاتا ہے۔ نفس کو سوزش اور خواری ملتی ہے۔ ایسے شخص کو ہمسایہ لوگ دیوانہ کہتے ہیں۔ وہ خلق سے بیگانہ اور خدا تعالیٰ سے یگانہ ہو جاتا ہے۔

پس کامل مکمل واصل مرشد اسی کو کہہ سکتے ہیں جو غیر ماسوٰی اللہ سے باہر نکال کر (دل) سے پریشانی کے دفتر دھو ڈالے اور ریاکاری کی ریاضت اختیار نہ کروائے **"قالاللہ تعالیٰ:ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" (حجرات)** اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مکرم وہی ہے جو تقویٰ میں بڑھا ہوا ہے" قال اللہ تعالیٰ:**اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون**" (بقرہ) تم لوگوں کو نیکی کی تلقین کرتے ہو اور اپنے نفس (کی برائیوں) کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم (قرآن مجید) بھی پڑھتے ہو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟ اے صاحب علم جو ظاہری علم پڑھ کر بھی (اللہ کی راہ سے) جاہل ہے (جان لے) کہ کامل مرشد کی ایک نگاہ ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے کیونکہ (تحصیل) علم میں سروردی، سر بسر قیل و قال ہے اور صاحب نظر سے معرفت اور وصال (الٰہی) حاصل ہو جاتا ہے۔

اگر کامل مکمل مرشد چاہے تو طالب اللہ کو ریاضت میں ڈال کر زہد و تقویٰ میں (کامل کر دیتا) ہے۔ بعض فقیر (طالب کو) ذکر اللہ میں مشغول کر کے صاحب تاثیر بنا دیتے ہیں۔ بعض فیضان نظر سے (طالب اللہ) کو روشن ضمیر نفس پر امیر کر دیتے ہیں کہ وہ دنیا کی طمع سے فارغ ہوائے نفسانی اور (خواہشات) شیطانی ترک کر دیتے ہیں۔ ہوائے نفسانی کو ترک کر کے وہ اپنے رزق کی طرف رغبت اور اپنے نصیب پر (قناعت کر لیتے ہیں) مقرب اللہ ہو کر غیب دانی سے حصہ حاصل کر لیتے ہیں اسی قسم کے ذاکر اور فقیر دونوں جہان کا حسن ہیں۔

بعض فقیر اسم اللہ (کے ذکر) میں مشغول ہو کر مخلوقات میں شہرت کے لیے غوغا مچاتے ہیں وہ اپنے نفس کے قیدی ہوتے ہیں (ان کا ذکر) دام و درم و دنیا کے حصول کے لیے جال کا کام دیتا ہے۔

ان دونوں (قسم کے فقیروں کو) دنیا کے ذکر سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ ان کی پہچان دنیا کی تعریف یا مذمت سے کی جا سکتی ہے۔ کامل فقیر تو دنیا کا ذکر حقارت سے کرتا ہے اور اس طرح کے ذکر سے اس کے دل کو صفائی حاصل ہوتی ہے اور فقیر جو طالب دنیا ہو دنیا کا ذکر اخلاص و (محبت) سے کرتا ہے۔ جس کے ذکر سے (دل میں) دنیا کی محبت پیدا ہو جاتی ہے (ایسی حالت میں) وہ بارہ سال، چوبیس سال

یا چالیس سال تک اسی (کیفیت میں مبتلا) رہتا ہے اور اگر (کامل مرشد) عطا کرنا چاہے تو بے ذکر فکر بے زہد و تقویٰ۔ ایک دم میں وصال کو پہنچا دیتا ہے جس جگہ کہ احوال لا زوال، استغراق فنا فی اللہ بقا باللہ وصال (حاصل) ہو وہاں مدت مدید سالہا سال مشقت کی کیا حاجت رہ جاتی ہے۔

بیت

باھو اسم جسم یک ہوا ہے یک وجود
اب سر پنہا ں نے کیا ہے رخ نمود

اس مقام پر ماسوٰی اللہ دیگر حرام ہو جاتا ہے۔ اسم جسم سے اور جسم اسم سے پیوست ہو جاتا ہے۔

بیت

جسم کو کچھ اس طرح کر دے بسم میں پنہاں

جس طرح الف ہوتا ہے اسم میں پنہاں

طالب اللہ اسم اللہ کو مثل جان پہن لیتا ہے۔ جیسا کہ جان کے اندر رھو زندگی کا نشان ہے (یعنی) ذات باذات صفات باصفات " **قال علیہ السلام۔من عرف نفسہ فقد عرفہ ربہ" جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا" من عرف نفسہ بالفناءفقد عرف ربہ بالبقاء"** جس نے اپنے کو پہچانا فنا کے ساتھ اس نے اپنے رب کو جانا بقا کے ساتھ۔

چاہئے کہ طالب (ہمیشہ) دم با قدم اور قدم با دم رہے (ہر دم اور ہر قدم پر ذکر اللہ میں مستعد رہے)

مرشد و طالب (فی) سبیل اللہ کا ذکر

فقرفنا فی اللہ و بقا باللہ

کامل مرشد کسے کہتے ہیں؟ مرشد کون سی خاصیت اور وصف رکھتا ہے؟ مرشد کون سے سلک سلوک سے توحید میں غرق کرتا ہے؟ مرشد سے کیا چیز حاصل ہوتی ہے؟

(کامل) مرشد فقیر **فنافی اللہ بقا باللہ** صاحب تصرف ہوتا ہے **"یحی و یمیت"** (قلب) کو زندہ اور (نفس) کو مردہ کرتا ہے **"لا یحتاج"** (کر دیتا) ہے۔ وہ سنگ پارس کی مثل ہوتا ہے (جس وجود کاذب کو چھوتا ہے زر خالص بنا دیتا ہے) اس کی نظر کسوٹی کی مانند (طالب حق اور طالب باطل کو پرکھ لیتی) ہے۔ وہ آفتاب کی طرح ہر ایک کو (فیض یاب کرتا ہے) (وہ طالب کی) بری عادات کو (نیک اوصاف) میں بدل دیتا ہے۔ وہ رنگریز کی مانند (توحید کے رنگ میں رنگ دیتا) ہے (وہ طالب کے) احوال سے باخبر ہوتا ہے۔ وہ پان فروش کی طرح جو پان کے پتوں کی دیکھ بھال کرتا ہے (اپنے مرید کی حفاظت کرتا) ہے۔

بیت

جو بھی پارس سے آشنا ہوا

فی الحال بصورت طلا ہوا

وہ صاحب خلق ہوتا ہے چنانچہ خلق محمد رسول اللہ ﷺ (کا نمونہ) ماں باپ سے زیادہ مہربان اور ان سے بڑھ کر رہنما ہوتا ہے۔ وہ فی سبیل اللہ ہدایت بخشنے والا اور گوہر بخش ہوتا ہے۔ وہ لعلوں کی کان اور کرم کی لہر ہوتا ہے۔ گویا کے دریا موج زن ہو جائے وہ (طالب) کی منزل کو اس طرح کھول دیتا ہے جیسے چابی تالے کو کھول دیتی ہے۔ وہ زر و مال کی طلب سے بے نیاز ہوتا ہے۔ چنانچہ مکمل طور پر بے طمع ہوتا ہے اپنے طالبوں کو اپنی جان کی طرح عزیز رکھتا ہے۔ وہ (کونین کا بادشاہ) ہوتے ہوئے بھی مفلس ہوتا ہے۔ چنانچہ درویش مردہ کو نہلانے والے غسال کو بھی کہتے ہیں (اسکے طالب) "موتوا قبل ان تموتوا" مرنے سے پہلے مر جاؤ کے متلاشی ہوتے ہیں (وہ طالب) کا تن مردہ دل زندہ کر دیتا ہے ورنہ طالب نالائق اپنی راہ (اپنی رائے) پر چلانے والا بن جاتا ہے یا یہ کہ مرشد مٹی کوٹنے والے (کمہار) کی مثل ہوتا ہے۔ چاہیے کہ (طالب) اس کے سامنے دم نہ مارے۔ وہ (طالب) کے حق میں وہی کرتا ہے جو بہتر سمجھتا ہے۔

بیت

مٹی کی کیا مجال کہ وہ کمہار سے کہے

تو مجھ کو کس لئے کرتا ہے مار پیٹ

بیت

جو بھی پارس سے آشنا ہوا

فی الحال بصورت طلا ہوا

کامل مرشد طالب کے وجود میں مقام نفس، مقام قلب، مقام روح، مقام سر، مقام توفیق الٰہی کو جدا جدا کر کے دکھا دیتا ہے۔ اسی طرح شریعت، طریقت، حقیقت معرفت کے علم کے مقام کو جدا جدا دکھا دیتا ہے اور خناس خرطوم شیطان کے مقام اور حرص و حسد و کبر کو جدا جدا دکھا دیتا ہے۔

چنانچہ جس طرح قصاب بکری کو ذبح کر کے اس کی کھال اتار لیتا ہے اور اس ذبیحہ کی ہر رگ اور گوشت کے ہر حصہ سے واقف ہوتا ہے اس کے ہر حصہ کو علیحدہ علیحدہ کر دیتا ہے اور جو گوشت میں زائد (نجس مکروہ) چیزیں ہوتی ہیں ان کو الگ نکال دیتا ہے کامل مرشد بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ وگرنہ وہ (مرشد کیسے ہو سکتا ہے؟)

مرشد (سایہ دار اور پھل دار) درخت کی مانند ہونا چاہئے۔ چنانچہ درخت گرمی سردی اپنے سر پر برداشت کرتا ہے لیکن جو شخص درخت کے سایہ کے نیچے آ کر بیٹھتا ہے وہ ہر قسم کی راحت پاتا ہے۔

مرشد دنیا کا دشمن اور دین کا دوست ہونا چاہئے اور طالب صاحب یقین ہونا چاہئے۔ جو مرشد سے اپنی جان و مال کسی چیز کا پرہیز نہ کرے اور مرشد نبی اللہ جیسا ہونا چاہئے (جو طالب سے کسی قسم کی دنیاوی غرض نہ رکھے) طالب اللہ کا ولی بننے کا خواہشمند ہو نہ کہ لعنت اللہ میں گرفتار (ہونے والا مردود) **"قال علیہ السلام ترک الدنیا راس کل عبادۃٍوحب الدنیا راس کل خطیئۃ"**

حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کا ترک کرنا کل عبادتوں کی بنیاد ہے اور دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔

فضیلت سے وسیلت وسیلہ بہتر ہے۔ یہ اس لیے کہ فضیلت بوقت گناہ روک نہیں سکتی جبکہ وسیلہ (مرشد) ہاتھ سے پکڑ کر گناہ سے روک دیتا ہے جیسا کہ یوسف علیہ السلام اور زلیخا کے واقعہ میں (یعقوب علیہ السلام) کا چہرہ نظر آیا اور اللہ تعالیٰ کی اس نشانی کو دیکھ کر یوسف علیہ السلام گناہ کے قصد سے باز رہے۔ **قال علیہ السلام الشیخ فی امتہ** شیخ (اپنے مریدوں میں وہی مقام رکھتا ہے) جو نبی اپنی امت میں۔ مرشد اس کو کہتے ہیں جو (اگر چاہے تو) ایک ہی نظر سے طالب کو جملہ علوم بھلا دے (اگر چاہے) تو اسے ہر دو جہان سے آشنا کر دے (اگر چاہے) تو جاہل کو ایک ہی نظر سے کلی علم سے آگاہ کر دے جو کچھ وہ نہیں جانتا وہ پڑھنے لگے۔

بیعت باھو رحمۃ اللہ علیہ

گر تجھ کو علم حاصل ہے یا دانش عظیم

بے وسیلہ جا نہ پائے گا راہ رحیم

قال علیہ السلام۔ الوسیلۃ تودرجۃ حضور پاک ﷺ نے فرمایا وسیلہ ایک بڑا درجہ رکھتا ہے۔ قولہ تعالی: وابتغوا الیہ الوسیلۃ (المائدہ:35)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

الحدیث" المریدُلایُرید "مرید وہی (صادق) ہے جو دنیاوی ارادہ نہ رکھتا ہو۔ مرشد آئینہ کی طرح ہوتا ہے الحدیث: **"المؤمنون مراءت المؤمنین"** ایک مومن دوسرے مومن کے لیے آئینہ ہے۔ اس میں آئینہ کا کوئی گناہ نہیں اگر وہ ہر رنگ (یعنی) سیاہ کو سیاہ اور سرخ کو سرخ اور زرد کو زرد دکھا دیتا ہے۔ مرشد پہلے یہ تحقیق کرتا ہے کہ طالب کو طلب غیر ہے یا طالب کو طلب حق ہے۔ پس حق ہی حق کو پہنچتا ہے اور باطل باطل ہی ہو جاتا ہے **" قال علیہ السلام کل شیءٍیرجع الیٰ اصلہ"** ہر شے اپنے اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔

(مرشد) کو جاسوس طالب سے بچنا چاہیے **"قال علیہ السلام اخون ھذاالزمان جواسیس العیوب "** اس زمانہ کے بھائی بندوں (مریدوں سے) سے بچو ان میں سے اکثر تمہارے عیبوں کی جاسوسی کرنے والے ہوتے ہیں۔ چنانچہ جس طرح زرگر کٹھالی میں (گلا) کر زر (خالص) کی تحقیق کر لیتا ہے۔ اسی طرح (کامل مرشد) بھی طالب (حق) امتحان کر لیتا ہے۔ الحدیث **"ان اللہ ییحرب المومنین بالبلاء کما یحرب الزھب بالنار "** بے شک اللہ تعالیٰ مومنین کی آزمائش مصیبت سے (مصیبت میں) کرتا ہے جس طرح سونے کے خالص ہونے کی آزمائش آگ پر تپا کر کرتے ہیں (اگر سونا آگ پر تپانے سے سیاہ ہو جائے تو کھوٹا ہے اور اگر طالب نے مصیبت میں صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا تو وہ بھی ابھی جھوٹا ہے)

مرشد کامل کے بغیر اگر تمام عمر ریاضت کے پتھر سے سر مارتا رہے گا کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ بغیر مرشد اور پیر کے کوئی خدا تک نہیں پہنچتا کیونکہ مرشد معلم ہوتا ہے جہاز دیدہ بان ہے۔ جو جہاز اور اس کی (راہ میں آنے والی) ہر بلا سے واقف ہے۔ اگر معلم جہاز میں نہ ہو تو جہاز غرق ہو جاتا ہے۔ تو خود ہی جہاز اور خود ہی معلم ہے **"عھم من فھم "** اس نکتہ کو جس نے جان لیا اسی نے جان لیا۔

آداب و محبتِ شیخ

1-محبتِ شیخ: جب تک کوئی شخص اپنے تمام اعزاء واقرباء اور خود اپنے آپ سے بڑھ کر حضور ﷺ سے محبت نہیں کرتا تو وہ ایک صحیح حدیث کے مطابق مومن ہی تصور نہیں کیا جاتا۔ فرمان رسول ﷺ ہے "لا یومن احد کم حتی اکون احب الیہ من ولدہ و والدہ و الناس اجمعین"1(تم سے کوئی اس وقت تک مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کی اولاد، والدین اور تمام لوگوں سے عزیز نہ ہو جاؤں) ایسے ہی چونکہ مشائخ انبیاء کرام علیہ السلام کے جانشین ہوتے ہیں، اس لیے اپنے سلسلے کے بزرگوں کے بعد ہر مرید کو اپنے شیخ سے محبت کا ہونا ضروری ہے۔ سائیں توکل شاہ انبالویؒ فرماتے ہیں کہ اپنے سلسلے کے بزرگوں کے بعد مرید کے دل میں سب سے زیادہ محبت اپنے شیخ کے لیے ہو۔ اگر مرید کی غیر موجودگی میں شیخ اس کا سارا مال اسکے گھر سے لے جائے تو بھی دل میں کوئی کجی محسوس نہ کرے۔ اس کے بدلے میں شیخ مرید کے دینی اور دنیاوی مرحلوں کا ذمہ دار ہوتا ہے، حتیٰ کہ وہ اس بات کا ضامن بھی ہوتا ہے کہ موت کے وقت مرید کی جان ایمان کی سلامتی کے ساتھ نکلے اور قبر میں نکرین کے سوالوں کے جواب میں اس کی مدد کرے اور بالآخر اسے جنت میں داخل کروادے۔ جب مرید کو کوئی نعمت میسر ہو تو اسے یہ سوچنا چاہئے کہ کاش میرا شیخ بھی اس نعمت میں شامل ہوتا۔ غرضیکہ شیخ کے بغیر وہ سکون محسوس نہ کرے۔

شیخ ابو بکر بن ابو اسحاقؒ کی کتاب "التعرف لمذھب التصوف" کی شرح میں ہے کہ بندے کا دل خدا کی طرف اور اس چیز کی طرف جو اللہ تعالیٰ کی ہے بلا تکلف مائل ہو جانے کا نام محبت ہے۔ جو چیز انسان کو بھلی لگے اس سے محبت کرتا ہے اور جو بری لگے اس سے بغض رکھتا ہے کیونکہ دلوں کو اسی جبلت پر پیدا کیا گیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ محبت میں موافقت ہے یعنی جو فرمایا گیا ہو اس کی اطاعت کرنا، جس سے روکا گیا ہو اس سے رک جانا اور جو حکم کیا جائے اس کو مقدر سمجھ کر اس پر راضی رہنا موافقت ہے۔

جیسے ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا گیا "اذقال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العلمین" (یعنی جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اطاعت کرو تو عرض کیا کہ میں نے اطاعت اختیار کی تمام جہانوں کے پروردگار کی) (البقرہ: 131)

حضرت شیخ ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا کتاب میں فرماتے ہیں کہ محبت ایثار محبوب کا نام ہے یعنی اپنے دوست پر خود کو ایثار کر دے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ دوست پر اپنی تمام خواہشات کو قربان کر دینا محبت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس نے اپنے نفس کے ساتھ دشمنی رکھی اس پر اللہ تعالیٰ کی رضامندی واجب ہو گئی۔ فرماتے ہیں کہ محبت میں کم ترین مقام موافقت ہے۔ جب خدا تعالیٰ بھی بندے سے محبت کرے تو اس کی علامت یہ ہے کہ بندہ ایسا بن جاتا ہے کہ وہ غیر کا نہیں رہتا۔ اس کو سارے کا سارا (کلیۃ) اپنی جانب کھینچ لیتا ہے۔ اس کی زبان پر اسی کا ذکر و فکر ہوتا ہے۔ محبت بندے کو اندھا اور باولا بنا دیتی ہے اور اسے محبوب کے سوا کسی اور چیز کی طلب نہیں رہتی۔ ایک طویل حدیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ جو لوگ آپس میں اللہ تعالیٰ کے لیے محبت رکھتے ہیں۔ "المتحابون فی اللہ" ان کے لیے قیامت کے دن عرش کے چاروں طرف کرسیاں بچھائی جائیں گی اور ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح تاباں ہوں گے۔1صاحب "عوارف المعارف" نے لکھا ہے کہ صاحبان صدق وصفا کی محبت کو غنیمت شمار کرو کیونکہ ان سے محبت اللہ تعالیٰ سے محبت کے مترادف ہے۔ آپ کے اس فرمان سے مراد یہ ہے کہ ان سے محبت کے ذریعے خدائی تعلق پیدا ہو جاتا ہے، جبکہ دوسرے لوگوں سے محبت کے ساتھ صرف طبعی تعلق قائم ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ "المومن مراۃ المومن"2(ایک مومن دوسرے مومن کے لیے آئنہ کا کام دیتا ہے)۔

شیخ سے طلب توجہ

سالک کا اپنے شیخ سے توجہ حاصل کرنا اس کے طلب کرنے کے انداز کے مطابق ہوتا ہے۔ طلب تیز ہو تو توجہ بھی تیز ملتی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند، مکتوبات سرہندی (ص 192) پر اپنے ایک مرید کو مرشد کی توجہ طلب کرنے کی بابت حسب ذیل انداز میں لکھتے ہیں جس سے طلب توجہ کا معاملہ واضح ہو جاتا ہے۔ مخدوما! جس شخص میں نشہء محبت موجود ہے وہ (خود) "معانی مکنونہ" جذب کر لیتا ہے اور باطن فیض دہندہ سے باندازۂ محبت اخذ فیوض کرتا ہے اور موقع توجہ کا خیال رکھتا ہے۔ اگر (مرشد کی) توجہ بھی اس محبت کے ساتھ جمع ہو جائے۔ تو نور علی نور ہے۔ اس کام (سلوک) میں سب سے اعلیٰ محبت ہے۔ توجہ محبت کے بغیر کارگر نہیں اور محبت بے توجہ بھی کام کر جاتی ہے۔ "المرء مع من احب الیہ"1حدیث نبوی ﷺ ہے۔ محبت سلسلہء وجود وایجاد کو جنبش میں لاتی ہے۔ اسی محبت نے گنج پنہاں کو ظاہر کیا ہے۔ اسی نے حسن پوشیدہ کو بے پردہ کر دیا ہے۔ بے شک حسن بے پردگی کا خواہاں ہے اور جمال تاب مستوری نہیں رکھتا۔ پری روتاب مستوری ندارد (پری چہرہ لوگ چھپنے کی طاقت نہیں رکھتے)

یہ محبت، صفت محبوب کا مظہر ہے جو کہ "حسن نظار گی" چاہتا ہے۔ محبوب کو ایک محب چاہیے تا کہ اس کی صفت محبوبی آشکارا ہو جائے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

منم کا ستادرا استاد کر دم غلام خواجہ را آزاد کر دم

(میں نے استاد کو استاد بنا دیا غلام ہوں مگر آقا کو آزاد کر دیا)

جو محبت عاشق کی صفت ہے، وہ اسی محبت کا عکس ہے، جو معشوق کے ساتھ قائم ہے کیونکہ عاشق کا جو کمال ہے وہ کمالات معشوق کا سایہ ہے۔ پس یہ اسی محبت کا ظہور ہے جو اس آئینے کے اندر اس لباس میں جلوہ گر ہے

ع یک نشہ دو جا ظہور کردہ (ایک نشہ نے دو جگہوں پر ظہور کیا)

عاشق "دقائق حسن" کو جتنا زیادہ سمجھے گا اور جمال و کمال معشوق کی معرفت میں جتنی زیادہ "چشم دور بیں" رکھتا ہو گا، صفتِ عشق اس میں اتنی ہی زیادہ بڑھی ہوئی ہو گی اور وہ اتنا ہی زیادہ فریفتہ اور شیفتہ ہو جائے گا

آراکہ بہ حسن دیدہ تیز است　　　این عشق، بلائے خانہ خیز است

(وہ چیز لا کہ جو حسن نظر کو تیز کرتی ہے۔ وہ چیز عشق ہے جو پورے گھر کو ہلا دینے والی ہے)

یاد رکھیں کہ جو مرید توجہ طلب نہیں کرتا وہ اپنے شیخ کے فیض سے بھی محروم رہے گا۔

احترام و کرام شیخ:

احترام شیخ کا بیان بھی حقیقتاً آداب شیخ کے زمرہ میں شامل ہوتا ہے لیکن یہاں احترام شیخ سے مراد شیخ کا وہ احترام مقصود ہے جو ادب کی حد سے بھی تجاوز کر جائے، یعنی ادب میں حد درجہ مبالغہ کرنا شیخ کے احترام و کرام میں شامل ہے۔ اس حد درجہ احترام کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کے اگرچہ کسی شخص کا بستر پر سونا عام طور پر ادب کے منافی نہیں لیکن اولیائے خواص احتیاطاً بستر پر اس لئے نہیں سوتے کہ حضور ﷺ کارات کے ایک حصہ میں زمین پر استراحت فرمانا احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ کچھ مریدین کے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ ان کا شیخ اگر زمین پر آرام فرما ہو تو ان کو بستر پر سونا زیب نہیں دیتا چنانچہ اس طرح ادب کو ملحوظ خاطر رکھنے سے انہیں شیخ کے احترام کا اجر بھی ملتا ہے اور سنت رسول ﷺ کی نیت کرنے سے سنت کی ادائیگی کا ثواب بھی مل جاتا ہے۔ ایک حدیث شریف "امداد السلوک" میں نقل کی گئی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام دن میں ایک مرتبہ اپنا رخ انور اللہ تعالی کے سامنے عاجزی کی غرض سے زمین پر رکھ دیتے تھے اللہ تعالی کو آپ کی یہ ادا اس قدر پسند آئی کہ اللہ تعالی نے ان کو پیغمبری کے لئے چن لیا۔ الغرض جو لوگ اپنے اعمال میں عاجزی کا اظہار کرتے ہیں تو وہ محض اپنے شیخ کے احترام کے باعث ایسا کرتے ہیں۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب علم ہوا کہ حضور کا ایک دانت مبارک جنگ احد میں شہید ہو گیا ہے تو انہوں نے اپنے تمام دانت شہید کر دیئے کیونکہ انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ حضور ﷺ کا کون سا دانت شہید ہوا تھا۔ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کو حضور ﷺ سے اس قدر محبت تھی کہ آپ نے تمام عمر خربوزہ نہیں کھایا کیونکہ انہیں کوئی ایسی حدیث نہ مل سکی جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ حضور ﷺ نے کبھی خربوزہ کھایا ہو اور اگر کھایا تھا تو کس طریقے سے کھایا تھا۔ علامہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

کامل بسطام در تقلید فرد　　　اجتناب از خوردن خربوزہ کرد　　　(ا ر 22)

(بسطام کے ایک کامل ولی (بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ) نے حضور ﷺ کی تقلید میں عمر بھر خربوزہ کھانے سے اجتناب کیا)

اس احترام کی اصل قرآن کی یہ آیت "لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ" (اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے آگے نہ بڑھو (الحجرات: 1) چونکہ اولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہ، انبیاء کرام علیہ السلام کے جانشین ہوتے ہیں اس لئے ایک سالک طریقت اپنے شیخ کے احترام کو اللہ تعالی اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے احترام کی جگہ تصور کرتے ہیں۔ اولیائے کرامؒ کا ادب واحترام حقیقتاً اللہ تعالی اور رسول ﷺ کی تعظیم و توقیر کی بدولت ہوتا ہے۔ اولیائے کرامؒ کے لواحقین اور ان کی اولاد کا احترام بھی اسی قبیل سے ہے۔ اہل عقیدت اولیائے کرامؒ کے تبرکات کو ان کی ذات کے ساتھ نسبت ہونے کے باعث عزیز جانتے ہیں **"ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب"** (اور جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ (احترام) اس لیے ہے کہ دلوں میں تقویٰ ہے) (الحج 32)

جہاں حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالی عنہا کے قدم لگ گئے وہ جگہ بھی شعائر اللہ بن گئی۔ روایات میں ہے کہ ایک بار امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ اپنے شاگردوں کو درس دے رہے تھے تو یہ بات شاگردوں کے دیکھنے میں آئی کے آپ رحمتہ اللہ علیہ درس کے دوران بار بار کھڑے ہو جاتے۔ جب اس کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مدرسے کے باہر

چند بچے کھیل رہے تھے اور ان میں سے ایک بچہ سید خاندان سے تعلق رکھتا تھا جب وہ بچہ گیند اٹھانے کے لیے ہمارے قریب آتا تو میں احتراماً کھڑا ہو جاتا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے پہلے ایام میں شاہی پہلوان تھے ایک سید کے ساتھ کشتی میں احتراماً چت ہو گئے تو حضور نے اسی روز خواب میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا ہے تم نے ہماری آل کی عزت افزائی کی ہے لہٰذا تمہارے اس احترام کے باعث ہم نے تمہیں تمام اولیاء میں **سید الطائفہ** کا مقام عطا کر دیا ہے راقم الحروف اس مثال کے پیش کرنے کے بعد مزید کسی تحریر کی گنجائش نہیں سمجھتا البتہ اتنا لکھنا ضروری ہے کہ قرآن اور حدیث کی رو سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جو انبیاء کرام اور اولیاء عظام کا احترام بجا نہیں لاتا اس کی پیدائش یا نطفہ میں ضرور کوئی نہ کوئی خرابی ہوتی ہے۔ دیکھئے سورہ القلم کی آیت 13 عتل بعد ذلک زنیم (درشت خو اور اس سب پر طرہ یہ کہ (ولید بن مغیرہ) کی اصل میں خطا ہے) حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ **"کل تقی ونقی من الی"** اھ (یعنی ہر متقی اور نیک نام شخص ہے میری آل میں سے ہے) جس سے ہر ولی اللہ تعالیٰ کا احترام کرنا ثابت ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اپنی آل میں شامل فرمایا ہے (الاحادیث) چنانچہ کلام کو سمیٹتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ گستاخان رسول ﷺ اور اولیائے کرامؒ کا احترام نہ کرنے والوں کی اصل میں ضرور کوئی خطا ہوتی ہے۔

اتباع یا موافقت شیخ:

تبعہ واتبہ کے معنی کسی کے نقشِ قدم پر چلنے کے ہیں۔ اتباع کا لفظ عموماً اطاعت اور فرمانبرداری کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی خواہش کی پیروی، ساتھ ہو لینے یا کسی کے پیچھے چلنے اور اسے پالینے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ چوپاؤں کے بچوں کو اپنی ماں کے پیچھے رہنا، رعیت کا مطیع ہونا اور سائے کا دھوپ کے پیچھے پیچھے لگے رہنا جیسے اعمال کے لیے بھی یہ لفظ مختلف اعتبار سے استعمال کیا جاتا ہے۔ [1]

قرآن میں اتباع کے لفظ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور حاکمانِ وقت کی اطاعت کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے اور سورۃ النساء کی آیت 80 میں فرمایا گیا ہے کہ "جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی بے شک اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی" انہی معنوں میں مشائخ کی اتباع بھی اتباع رسول ﷺ کی طرح سمجھی جاتی ہے (لیکن اس کے ساتھ شرط یہ ہے کہ حاکم یا شیخ کے حکم میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع کی مطابقت پائی جاتی ہو) اہل طریقت اپنے مشائخ کی عادات اور رسوم کی بھی اسی طرح اتباع کرتے ہیں کیوں کہ شیخ بذاتِ خود رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم کی اتباع کرنے والا ہوتا ہے۔ مشائخ کی کچھ عادات کی اتباع کو موافقت کہا جا سکتا ہے کیونکہ اس موافقت میں وہ رسوم اور عادات شامل ہوتی ہیں جس میں شریعت کی پابندی کا لزوم نہیں پایا جاتا مثلاً طرز گفتگو، اٹھنے بیٹھنے اور پہننے کے خاص طریقے جن کو شیخ اپنائے ہوئے ہوتا ہے، مریدین بھی اپناتے ہیں گویا کوئی اگر مرید کو دیکھ لے تو اس میں اس کے شیخ کی عادات کی خوشبو پائی جائے۔

"نسخہ کیمیا" میں لکھا ہے کہ نجیب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اور مجیب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ میں اس قدر موافقتِ طبع اور باہمی عشق پایا جاتا تھا اور دونوں کا لباس اور شکل و صورت میں اس قدر ہم آہنگی تھی کہ لوگوں کے لیے دونوں میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتا تھا۔ یہ مماثلت محبت اور خیالات کی یکجہتی کے باعث ہوتی ہے۔ عوارف المعارف مودّت اور محبت کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ یہ مودّت اور باہمی الفت صوفیوں کے اخلاق کا ایک وصف ہے یعنی ان میں برادرانہ موافقت (اتحاد) اور ترک مخالفت کی عادت جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اسلام لانے کے بعد پائی جاتی تھی اور جس کا ذکر سورہ فتح کے آخری رکوع میں **"رحماء بینھم"** اور سورۂ انفال کی آیت 63 **"ولٰکن اللہ الف بینھم انہ عزیز حکیم"** (اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان الفت پیدا کر دی ہے) آیا ہے۔ یہ اتحاد و تالیف ارواح کے باہمی اتحاد کی بدولت پیدا ہوتا ہے جس کا ذکر ایک حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ روحیں جن سے واقف ہوتی ہیں ان سے مانوس ہو جاتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو نہ خود محبت کرنے والا ہو اور نہ دوسرے اس سے محبت کرتے ہوں۔ [1]

راقم الحروف کے نزدیک ایک مرید کا اپنے شیخ سے موافقت کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے شیخ کے جملہ اعمال کی کس حد تک تقلید کرتا ہے۔ فریضہ تبلیغ، درس و تدریس، نفاذِ شریعت، شیخ کی عام سرگرمیوں اور خدمت طریقت کے بجالانے میں اگر مرید اپنی استطاعت کے مطابق اپنے شیخ کی طرح سرگرم عمل ہے تو وہ اپنے شیخ کی اتباع اور موافقت میں سچا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے مرید بھی ان امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے جن میں اس کا شیخ مبتلا ہوتا ہے اور اگر شیخ تندرست ہو جائے تو مرید کی بیماریوں میں بھی افاقہ ہو جاتا ہے۔ عسرت اور آسائش کی حالت میں بھی مرید کے اوقات اپنے شیخ کی موافقت میں گزرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور بالآخر ان کی شکلوں اور لباس میں بھی مماثلت نظر آنے لگتی ہے۔

مرید کا اپنی مرضی سے دستبردار ہونا:

سچا مرید وہی کہلاتا ہے جس کی اپنی کوئی مرضی نہ ہو۔ کہا جاتا ہے **"المرید لا یرید"** "یعنی مرید وہ ہے جو کچھ نہیں چاہتا" قرآن میں بھی آیا ہے **"وما تشائون الا ان یشصاءاللہ"** "(اور تم نہیں چاہ سکتے بجز اس کے جو اللہ تعالیٰ چاہے) **(التکویر 29)** صوفیائے کرام کا ایک قول یہ بھی ہے کہ **"الشیخ یحیی ویمیت"** "یعنی شیخ مارتا بھی ہے اور زندہ بھی کرتا ہے۔ اس قول سے یہ مراد لی جاتی ہے کہ اگر شیخ کسی سے خوش ہو جائے تو اس کو ایک نئی زندگی عطا کر دیتا ہے اور جس سے ناراض ہو جائے اسے مار دیتا ہے۔ مولانا رومؒ نے تو مثنوی میں اولیائے کرامؒ کو اسرافیل وقت کہا ہے۔

اسرافیل وقت انداں اولیاء　　　　مردہ را زیشاں حیات است و نما

(اولیائے کرام اپنے وقت کے اسرافیل ہیں۔ مردہ کو ان سے حیات اور نمود و نمائش ملتی ہے)

اولیائے کرامؒ تھوڑی دیر میں ہی لوگوں کی تقدیر کو بدل کر رکھ دیتے ہیں اور مفلسی و بے دینی کی حالت سے حالت استغناء و اتباع اور دین کی تابعداری میں لا کر مردہ حالت سے نکال کر زندگی بخش دیتے ہیں۔ جو لوگ شیخ کی مخالفت اور نافرمانی پر اتر آئیں تو بربادی اور قہر خداوندی میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور ان پر غضب خداوندی کا نازل ہونا ایک قسم کی موت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ حضرت عبیدہ اللہ احرارؒ فرمایا کرتے تھے "الٰہی تو جسے تباہ کرنا چاہتا ہے انہیں ہمارا دشمن بنا دیتا ہے"۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پیر کے غضب سے بچنا چاہیے کیونکہ حق تعالیٰ کی رضامندی شیخ کی رضامندی سے وابستہ ہے اور حق تعالیٰ کا غضب شیخ کے غضب پر موقوف ہے (غضب شیخ کے متعلق زیادہ تفصیل سرمایہء ملت" میں مکتوبات لطیف کے حصے میں، ادب کے بیان میں شامل کر دی گئی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں) درج بالا بیان کے مطابق ہر مرید کو اپنی عادات اور اطوار کا احتساب کرنا چاہیے تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ شیخ سے رابطہ رکھنے کے لائق ہے یا اسے ابھی مزید اصلاح کی ضرورت ہے۔ اگر رابطہ کا طریق اپنے شیخ سے شروع کیا جائے تو رفتہ رفتہ مرید کا رابطہ رسول اللہ ﷺ سے اور پھر اللہ تعالیٰ سے بھی استوار ہو جاتا ہے۔

اپنے تمام امور اور احوال میں شیخ کو شریک پانا:

رابطہء شیخ قائم ہو جائے تو مرید ہمہ وقت اپنے شیخ کو اپنے ساتھ غائبانہ طور پر شریک سمجھتا ہے اور جانتا ہے کہ شیخ کی معیت اسے ہر وقت حاصل ہوتی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت شیخ کی روح اس کے پاس پہنچ جاتی ہے اور مدد کرتی ہے جس کا کبھی شیخ کو بھی علم نہیں ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ سے یہ بات منقول ہے کہ جب آپ ﷺ جنگ تبوک پر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے اپنے ساتھ ان لوگوں کو بھی ہمسفر پایا جو کسی معقول وجہ کے باعث جنگ میں شمولیت کرنے سے قاصر رہے۔ کچھ مریدوں کا یہ کہنا ہے کہ ہم ہر وقت اپنے مرشد کے دست شفقت کو اپنے سروں پر حفاظت کرتے ہوئے محسوس کرتے ہیں، لہٰذا مرشد کی اس قسم کی حفاظت کے باعث ہم غلط کاموں سے محفوظ رہتے ہیں۔ اسی محافظت کے باعث مرشد کو دستگیر بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ مشائخ اپنے مریدوں کی مشکل امور میں دستگیری فرماتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق قرآن میں **"لولاانرابرھان ربہ"** (یوسف 24) کے الفاظ میں اس بات کی تصدیق موجود ہے کہ (حضرت یعقوب علیہ السلام کے ذریعے) حضرت یوسف علیہ السلام کو تنبیہ کی گئی کہ خود کو زلیخا سے محفوظ رکھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جنگ کے دوران حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دشمنوں کے ہونے والے حملے سے قبل از وقت متنبہ کیا۔ یہ تمام روایات اور اس قسم کی دیگر بہت سے واقعات مشائخ کا اپنے متعلقین کے ساتھ رابطہ یا تعلق کے مستحکم ہونے کی خوبصورت مثالیں ہیں۔ اگر مرید کا اپنے شیخ کے ساتھ رابطہ قائم ہو جائے تو وہ شیخ سے رہنمائی حاصل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے اور اسی طرح مرید پر ایک ایسا وقت بھی آ جاتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ اور اللہ تعالیٰ سے بھی ربط قائم کر سکتا ہے۔

عبادات میں تصور شیخ کا پایا جانا:

اگرچہ کچھ علماء نے نماز اور دیگر عبادات میں شیخ کے تصور کے پائے جانے کو شرک قرار دیا ہے۔ لیکن ایسا فتویٰ دینے والے وہ لوگ تھے جنہوں نے بدقسمتی سے تصوف یا روحانیت کی ہوا بھی نہ پائی تھی۔ پاکستان اور عرب ممالک کے جس قدر بلند مرتبہ مشائخ کرام ہو گزرے ہیں ان کی بہت بڑی اکثریت نے تصور شیخ کو نہ صرف جائز بلکہ مستحسن قرار دیا ہے۔ اسی کتاب میں بعنوان "رابطہ شیخ حضرت مجدّد کے نزدیک" ایک ایسی تحریر لکھ دی گئی ہے جس میں اولیائے کرامؒ کی طرف سے تصور شیخ کے جواز کا فیصلہ اور چند بزرگوں کے اپنے رابطے کے طریقہ کار سے متعلق کافی تفصیل موجود ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز کی حالت میں تصوّر شیخ کے پائے جانے کو بہت مستحسن قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ دولت تو لاکھوں میں سے کسی ایک خوش بخت کو نصیب ہوتی ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام میں یہاں تک فرما دیا ہے کہ جب تک نماز میں مجھے حضور ﷺ کا جمال نظر

نہ آئے اس وقت تک نہ میری نماز کا قیام، قیام کہلائے گا اور نہ ہی ایسے سجدے کو سجدہ کہا جاسکتا ہے۔ آئمہ متقدمین میں سے بعض بزرگ تو یہ فرماتے ہیں کہ اگر ان کو ایک ساعت کے لیے حضور ﷺ کی زیارت میسر نہ ہو تو وہ خود کو مومنوں میں شمار نہیں کرتے۔ اگر ایسا ہے تو پھر وہ اپنی نماز اور دیگر عبادات میں جمال مصطفی ﷺ سے کس طرح محروم رہ سکتے ہیں۔ سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول کس قدر خوش کن ہے جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بندہ اس وقت تک عارف کامل نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ وہ جس وقت چاہے رسول اللہ ﷺ کی زیارت نہ کر لے۔ افسوس کی بات ہے کہ یہودیوں کی خواہش کے مطابق چند علماء عوام کو عشق رسول ﷺ سے محروم کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان کا اسلام اس قدر کمزور ہو جائے کہ وہ محض نام کے ہی مسلمان رہ جائیں جبکہ قرون اولیٰ کے مسلمان رسول اللہ ﷺ کے دل وجان سے شیدا تھے اور ان کے عشق کا یہ حال تھا کہ وہ گلی کوچوں میں حضور ﷺ کی خوشبو کے ذریعے ہی آپ ﷺ کو تلاش کر لیا کرتے تھے۔ یہ بات بھی مستند ہے کہ جب آپ وضو فرماتے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ آپ کے وضو کے پانی کو زمین پر گرنے نہ دیتے تھے بلکہ اپنے جسموں پر مل لیتے تھے آپ کا لعاب مبارک کہیں نظر آجاتا تھا لوگ اس پر اس طرح جھپٹے کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ شاید ابھی ان کی آپس میں جنگ ہو جائے گی۔ مگر آج کے نام نہاد مسلمان اپنی بعض کتابوں میں یہ لکھتے ہیں کہ نماز میں گدھے کا خیال آجائے تو حرج نہیں لیکن نعوذ باللہ اگر حضور کا خیال آجائے تو نماز خراب ہو جاتی ہے۔ (العیاذ باللہ)

حضور ﷺ کے تصور کے متعلق بعض مشائخ کبار کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر ایک صوفی کو نماز میں آپ ﷺ کا جمال نظر نہ آئے تو ایسی نماز دہرانا ضروری سمجھا جاتا ہے لہذا عارفین اور کاملین کے لیے نماز میں حضور ﷺ کے تصور کا پایا جانا نماز کے باطنی آداب کی تکمیل کے لیے ضروری ہے اور اسی طرح اگر شیخ کا تصور آجائے تو اسے اپنی خوش بختی تصور کرنا چاہیے کیونکہ حضور ﷺ کا عشق ان پاک ہستیوں کے ذریعے ہی حاصل ہوتا ہے۔

ہر کس کہ در نمازنہ بیند جمالِ دوست
فتویٰ همیں د هم کہ نماز ش قضا کند

(ہر وہ شخص جن نماز میں اپنے دوست کا جمال نہیں دیکھتا اس کے لیے میں فتویٰ یہی دوں گا کہ وہ اپنی نماز دہرا لے) علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ عشق رسول ﷺ اور نماز میں آپ ﷺ کے تصور کو اس طرح دل میں بساتے ہیں کہ ان کے خیال کے مطابق وہ نماز جس میں آپ ﷺ کا ذوق اور شوق جلوہ گر نہ ہو تو اس نماز کا قیام اور سجود حجاب پر محمول کیا جائے گا فرماتے ہیں۔

شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام	میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب
لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب	گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
شوکت سنجر و سلیم، تیرے جلال کی نمود	فقر جنیدؒ و بایزیدؒ تیرا جمال بے نقاب

آداب مرشد

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے **"لا تقدموابين يدى الله و رسوله"**
(الحجرات:آیت1)

(اللہ اور اسکے رسول سے سبقت نہ کرو) دوسری جگہ فرمایا۔ **"لا ترفعو اصواتكم فوق صوت النبى" (الحجرات:آیت2)** (اپنی آوازوں کو نبی علیہ السلام کی آواز سے بلند نہ کرو) ان آیات بینات کا مقصود مومنین کو آداب کی تعلیم دینا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ **"ادبنى ربى فا حسن تاديبى"** (میرے رب نے مجھے ادب سکھایا پس بہت ہی اچھا ادب سکھایا) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سالک کے لیے آداب کی رعایت لازمی ہے بقول شخصے

خاموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

حضرت ابو حفص نیشاپوری کا قول ہے **"التصوف کله ادب"** (تصوف سراسر ادب ہے) کسی شاعر نے کہا ہے۔

ادبوالنفس ایها الا صحاب　　　　طرق العشق کله آداب

(اے دوستو اپنے نفوس کو ادب سکھاؤ کیوں کے عشق کے سب راستے آداب ہی ہیں)

درج ذیل میں چند آداب بیان کیے جاتے ہیں جن کی پابندی ہر سالک کے لئے از حد ضروری ہے جو سالک جتنا زیادہ آداب کا خیال رکھے گا اتنا جلدی ترقی پائے گا اگر ادب کو پڑھ کر غفلت برتے گا تو باطنی نعمتوں سے بھی محروم رہے گا۔ یہ آداب حضرت خواجہ محمد عبد المالک صدیقی رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہیں۔ شجرہ طیبہ میں انہیں من وعن نقل کیا گیا ہے۔ اور تشریح کے لیے فائدہ کے عنوان سے کچھ اضافہ کر دیا گیا ہے تاکہ سالکین کو آسانی سے بات سمجھ آسکے۔ گویا بامر مجبوری قالین کو ٹاٹ کا پیوند لگا دیا گیا ہے۔

ادب 1:- مرشد کی ظاہری حیثیت قومیت، حشمت و شوکت اور پیشہ وغیرہ نظر نہ کرے اسے حقیر نہ جانے۔ بلکہ اس نے نعمت اور فیضان کو جو اللہ تعالی نے شیخ کو عنایت کیا ہے نگاہ میں رکھ کر اسے حق تعالی کی معرفت کا وسیلہ سمجھے اور کمال صدق و یقین سے اس کی صحبت کا فیض اٹھائے۔

فائدہ:- جس طرح کوئی مریض اپنے طبیب کی طبی مہارت کو سامنے رکھ کر علاج کرواتا ہے اس کی ظاہری حیثیت اور قومیت کو خاطر میں نہیں لاتا۔ اسی طرح سالک کو بھی مرشد کی باطنی نعمت پر نظر رکھنی چاہیے، ظاہری حشمت و شوکت پر نہیں۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ صحابہ کی محفل میں تشریف فرما تھے سامنے سے ایک شخص کا گزر ہوا نبی اکرم ﷺ نے پوچھا" آپ لوگ اس کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں" عرض کیا گیا" یہ امیر آدمی انتہائی خوش لباس ہے اگر یہ کسی سے بات کرے تو توجہ سے بات سنی جائے۔ اگر کسی طرف رشتے کا پیغام بھیجے تو قبول کر لیا جائے" تھوڑی دیر بعد ایک دوسرے صاحب گزرے تو نبی ﷺ نے پوچھا" آپ لوگ اس شخص کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں" عرض کیا گیا" غریب آدمی مفلس اور نادار نظر آتا ہے اگر بات کرے تو لوگ توجہ سے نہ سنیں کہیں رشتے کا پیغام بھیجے تو قبول نہ ہو" نبی اکرم ﷺ نے فرمایا" اگر پہلے جیسے لوگوں سے ساری دنیا بھر جائے تو سب مل کر بھی اللہ تعالی کی نظر میں اس غریب نیک شخص کے برابر نہیں ہوسکتے" ایک روایت میں ہے کہ بے شک اللہ تعالی تمہارے چہروں کو اور تمہارے مال پیسے کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر کھڑے ہوئے اور فرمایا" سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگئے" معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کے ہاں ظاہری حشمت و شوکت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ پس سالک کو چاہیے کے ظاہری حالات پر نظر نہ رکھے بلکہ شیخ کی باطنی دولت کو پیش نظر رکھے۔ حقیقت یہی ہے کہ پیاسے آدمی کو ٹھنڈا پانی پینے سے غرض ہوتی ہے اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ پانی مٹی کے پیالے میں ہے کے سونے چاندی کے چمکتے برتن میں ہے۔

رہی بات قومیت کی تو ارشاد باری تعالیٰ ہے **"وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعافوا۔ان اکرمکم عند اللہ اتقم "۔(الحجرات آیت 13)**
(ہم نے تمہیں شاخیں اور قبیلے بنایا تا کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اللہ کے ہاں عزت والا متقی پرہیز گار ہے) روایت ہے کہ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے جب حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی تو ایک صاحب نے کہا "شاہ صاحب! آپ نے سید ہو کر ایک جاٹ سے بیعت کی ہے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا" میں جٹ دا بناساواڈ ٹھاا ے" میں نے زمیندار کی کھیتی سرسبز وشاداب دیکھی ہے لہٰذا بیعت کی ہے"

ادب 2:- شیخ کو اپنے حق میں سب سے انفع (زیادہ نفع پہنچنے کا ذریعہ) سمجھے اور یہ اعتماد رکھے کہ میرا اصلاح باطن اور حصول معرفت کا مطلب اسی مرشد سے با آسانی حل ہو گا۔ ہر جائی نہ بنے اگر دوسری طرف توجہ کرے گا تو فیض وبرکات سے محروم رہے گا"

فائدہ:- ارشاد باری تعالیٰ ہے "وفوق کل ذی علم علیم" (یوسف آیت 76) (اور ہر علم والے پر بڑا علم والا ہے)
لہٰذا شیخ اگرچہ اعلم "سب سے زیادہ علم والا" نہ بھی ہو تو سالک کے حق میں انفع "سب سے زیادہ نفع پہنچانے کا باعث" ضرور ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک بچے کو جو پیار و محبت اور شفقت اپنی ماں سے مل سکتی ہے وہ کسی دوسری عورت سے نہیں مل سکتی۔ حالانکہ دوسری عورتیں عقل و شکل اور اخلاق وغیرہ میں اس کی ماں سے افضل ہو سکتی ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ ماں کی محبت وہ ہمالیہ ہے جس کی بلندیوں کو کوئی نہیں چھو سکتا۔ ماں کی محبت وہ گہرا سمندر ہے جس کی گہرائیوں کا تک کوئی دوسرا نہیں پہنچ سکتا۔ ماں کی ممتا وہ سدا بہار پھول ہے جس پر خزاں و بہار اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح سالک کو جو نفع اپنے شیخ سے حاصل ہو سکتا ہے وہ کسی اور سے نہیں۔ سالک شیخ کے بارے میں جتنا حسن ظن رکھے گا اتنا ہی فیض کا دروازہ کھلے گا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ بہت زیادہ کم گو اور خاموش طبع تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے کہا حضرت کچھ وعظ و نصیحت فرمائیں تا کہ سالکین کو فائدہ ہو۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا" جس نے ہماری خاموشی سے کچھ نہیں پایا وہ ہماری باتوں سے بھی کچھ نہیں پائے گا"۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ" ہم تین پیر بھائی تھے اور ہم تینوں کا اپنے شیخ کے بارے میں مختلف گمان تھا ایک تو یہ گمان رکھتا تھا کہ میرے شیخ خود تو کامل ہیں دوسروں کو کامل نہیں بنا سکتے۔ دوسرے کا گمان تھا کہ میرے شیخ کامل تو ہیں مگر صاحب ارشاد نہیں ہیں جبکہ میرا یہ گمان تھا کے اس امت میں کسی کو کامل شیخ ملے ہیں تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی علیہ سلام ملے یا پھر اس کے بعد مجھے کامل شیخ ملے ہیں۔ میرے اس حسن ظن کی وجہ سے مجھے تجدیدی کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے چن لیا" پس آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بنے۔ سالک کو چاہیے کہ ہر جائی نہ بنے اور حصول فیض کے لیے اپنے مرشد کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف متوجہ نہ ہو اسکی اصل **"وحرمنا علیہ المراضع من قبل"** بن سکتی ہے۔

ادب 3:- ہر طرح سے مرشد کا مطیع و فرماں بردار رہے۔ کیوں کہ پیر کی عقیدت اور محبت کے بغیر فیض کا در نہیں کھلتا۔ اور محبت کا تقاضہ اطاعت و خدمت ہے۔

فائدہ:- صوفیاء کے نزدیک سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سفر ہجرت مرشد کی اطاعت و خدمت اور محبت و عقیدت کی فقید المثال داستان ہے چنانچہ ہجرت کی رات نبی اکرم ﷺ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لائے تو انہیں جاگتے ہوئے پایا پوچھا" ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کیوں جاگ رہے تھے" عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ! مجھے اندازہ تھا کہ عنقریب ہجرت کا حکم ہو گا۔ یہ بھی میرا دل گواہی دیتا تھا کہ آپ ﷺ مجھے رفیقِ سفر بنائیں گے جس وقت سے یہ خیال آیا ہے میں نے رات کو سونا چھوڑ دیا۔ مبادا کہ آپ ﷺ تشریف لائیں اور مجھے حاضر باش نہ پائیں" سبحان اللہ
حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ کئی دن متواتر موسی زئی شریف سے پیدل چل کر تقریباً تیس کلو میٹر دور ایک شہر درابن جاتے اور دوائی لے کر واپس آتے پھر ساری رات تیمارداری میں مشغول رہتے۔ حضرت خواجہ محمد عبد المالک رحمۃ اللہ علیہ (چوک قریشی والے) نے تقریباً بارہ سال حضرت خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ پر رہ کر بکریاں چرائیں حتیٰ کہ بکڑوال (بکریاں چرانے والا) کے نام سے مشہور ہوئے۔
حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کے ایک مرتبہ حضرت خواجہ محمد عبد المالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خوبصورت بیش قیمت نفیس ہینڈ بیگ خریدا پوچھنے پر بتایا کہ میں اس میں اپنے پیر و مرشد کے استعمال کے لیے مٹی کے ڈھیلے رکھا کروں گا۔ عربی کا مقولہ ہے" ان المحب لمن یحب مطیع" (محب جس سے محبت کرتا ہے اس کا مطیع ہوتا ہے) یہی محبت و خدمت حصول فیضان کا سبب بنتی ہے۔

ادب 4:- حسب استطاعت جان و مال سے شیخ کی خدمت کرے اور اس پر احسان نہ جتلائے بلکہ شیخ کا احسان سمجھے کہ اس نے خدمت کو شرف قبولیت بخشا۔ شیخ سے کسی قسم کی طمع یا مطالبہ نہ رکھے جتنی بھی خدمت کرے خلوص وللہیت سے کرے تا کہ کمال ایمان سے بہرہ مند ہو۔

فائدہ:- غزوہ تبوک میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اشارے پر اپنا سارا مال قدموں پر نچھاور کر دیا۔ ایک مرتبہ ٹاٹ کا لباس پہنے حاضر خدمت ہوئے تو نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ! تمہیں مکہ کی تجارت والی آسودگی یاد ہے، دیکھو آج تمہارا کیا حال ہو گیا" صدیق اکبر نے تڑپ کر عرض کیا۔

"امالو عشت انا عمر الدنیا و اعذاب بہ جمیعا اشد العذاب لایرجنی الملیح" (یہ چند سالوں کی زندگی ہے اگر ساری کی ساری زندگی شدید ترین تکالیف میں گزر جائے حتیٰ کہ ٹھنڈی ہوا کا جھونکا بھی نہ لگے تو آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تیری خاطر یہ سب کچھ آسان ہے۔ میرے ہاتھ میں آپ کا ہاتھ آجانا میرے لیے نعمت عظمیٰ ہے)

نہ خیال و خواب کی محفلیں نہ میں بزم شوق سے جا سکا

تیری اک نگاہ بدلتے ہی میرے سب ارادے بدل گئے

جو فنا ہوئے غم عشق میں انہیں زندگی کا نہ غم ہوا

تیرا ہاتھ ہاتھ میں آ گیا تو چراغ راہ کے جل گئے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ اس قدر جانی و مالی قربانی پیش کرنے کے باوجود ایک مرتبہ گوشہ تنہائی میں بیٹھے زار و قطار رو رہے تھے اور دعا مانگتے ہوئے کہہ رہے تھے یا اللہ! میں اپنا مال نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں مگر دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے اونچا ہوتا ہے مجھے اپنے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اتنی بے ادبی بھی گوارا نہیں۔ یا اللہ! میرے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دل میں القا فرما کہ وہ میرے مال کو اپنے ذاتی مال کی طرح خرچ کریں یہ ہے مزہ کہ خدمت بھی کرے احسان مند بھی شیخ کا ہو بقول شخصے

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی

منت ازو شناس کے در سے خدمت گذاشتہ

اے مخاطب تو بادشاہ کی خدمت کر کے احسان نہ چڑھا۔ (بادشاہ کی خدمت کرنے والے تو لاکھوں ہیں یہ بادشاہ کا تجھ پر احسان ہے کہ اس نے تجھے اپنی خدمت کے لیے قبول کر لیا)

ادب 5:- مرشد کے فرمان کو فوراً بجا لائے اس کے فعل کی اقتداء اس کی اجازت کے بغیر نہ کرے کیونکہ بعض اوقات وہ اپنے حال اور مقام کی مناسبت سے کام کرتا ہے۔ جو مرید کے لیے اس کی استعداد سے عالی ہونے کی وجہ سے مضر ہوتا ہے البتہ قولی متابعت اختیار کرتا رہے تاکہ پیر سے محبت اور مناسبت پیدا ہو جائے۔

فائدہ:- اس ادب کی اصل وہ حدیث ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے دن میں متواتر روزے رکھنے شروع کر دیے اور رات قیام و سجود کی حالت میں بسر کرنے لگے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس کا پتہ چلا تو انہوں نے بغیر اجازت طلب کئے اس کی اتباع شروع کر دی۔ اتنی ریاضت اتنا مجاہدہ کہ چند دنوں میں نقاہت و بے آرامی کی وجہ سے حالت غیر ہونے لگی۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا **"ایکم مثلی یطعمنی ربی ویسقینی"** (تم میں سے کون میری طرح ہو سکتا ہے۔ میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے) سالک کو چاہیے کہ مرشد کے حکم کو فوراً بجا لائے۔ البتہ اگر مرشد کو کوئی خاص عمل کرتا دیکھے تو اجازت طلب کرے۔ اجازت ملنے پر عمل کو اپنائے۔ نہ ملنے پر اپنے آپ کو کم ظرف کم ہمت سمجھے۔ زبان سے مرشد کے عمل ہی کو اقویٰ کہے تاکہ پیر سے محبت اور مناسبت پیدا ہو جائے۔

ادب 6:- مرشد کی موجودگی میں ہمہ تن اس کی طرف متوجہ رہے یہاں تک کہ فرض و سنت کے سوا نفل نماز یا کوئی اور وظیفہ اس کی اجازت کے بغیر نہ پڑھے بلکہ اسکی صحبت کیمیا اثر کو غنیمت سمجھے تاکہ شیخ کی نگاہ شفقت حاصل ہو۔ اور اس کے فیض باطن سے حصہ ملے۔ مشائخ نقشبندیہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ شیخ کی موجودگی میں وقوف قلبی کی بجائے رابطہ قلبی (شیخ کے قلب سے مربوط رہنا) زیادہ مفید ہے۔

فائدہ:- شیخ کے سامنے نفل نماز اور وظیفہ وغیرہ سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ یہ کام تو سالک شیخ کی عدم موجودگی میں بھی کر سکتا ہے شیخ کی صحبت سے تو باطنی فائدہ اٹھانا چاہیے ہمہ تن گوش و ہوش سے متوجہ رہنا چاہیے۔

یک چشم زدن غافل از آں شاہ نہ باشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نہ باشی

(ایک لمحہ بھی اس بادشاہ سے غافل نہ ہو ممکن ہے وہ نگاہ کرے اور تو آگاہ نہ ہو) وقوف قلبی کہتے ہیں کہ دل کا دھیان اللہ کی طرف رکھنے کو۔ رابطہ قلبی کہتے ہیں سالک اپنے آپ کو خالی سمجھے اپنے قلب کو شیخ کے قلب سے مربوط رکھے۔ اور یہ خیال کرے کہ کے شیخ کے قلب سے فیضان میرے دل میں آ رہا ہے۔ سالک کی روحانی ترقی ذکر کے ذریعے سے بھی ہوتی ہے اور مرشد کی توجہات سے بھی۔ تاہم ذکر کرنے سے جو راستہ سالوں میں طے ہوتا ہے وہ مرشد کی توجہات سے لمحوں میں طے ہو جاتا ہے اسی لیئے کہا گیا

یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سایہ رہبر بہتر است از ذکر حق

(رہبر کا سایہ بھی ذکر حق سے بہتر ہے)

کسی عارف نے کہا کہ علماء کی محفل میں بیٹھو تو زبان سنبھال کر بیٹھو۔ ملوک وسلاطین کی محفل میں بیٹھو تو نگاہ سنبھال کر بیٹھو اور اہل اللہ کی محفل میں بیٹھو تو دل سنبھال کر بیٹھو۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چند لمحوں کی صحبت سے وہ کچھ نصیب ہوا جو غیر صحابہ کو ہزاروں سال کے مجاہدہ سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کی ایک توجہ نے نان بائی کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

ادب 7:- شیخ کی صحبت میں باادب ہو کر نہایت عاجزی سے خاموش بیٹھا رہے اور اسے کلام قدسی کو نہایت غور سے سنتا رہے اور ادھر ادھر نہ دیکھے اس کی اجازت کے بغیر کلام نہ کرے بوقت ضرورت مختصر کلام کرے اور نہایت توجہ سے جواب کا منتظر رہے۔ گفتگو آہستگی اور نرمی سے کرے نیز اپنی آواز مرشد کی آواز سے بلند نہ کرے۔ کوئی ایسی بات نہ کہے جو پیر کی سبکی اور گرانی کا سبب بنے۔

فائدہ:- سالک جب طالب صادق بن کر گوش ہوش سے نصیحت سنے۔ تو دل پر یقینی اثر ہوتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے **"ان فی ذلک لذ کری لمن کان لہ قلب او القی السمع و ھو شھید" (سورۃ ق: آیت 37)**

(اس میں نصیحت ہے ہر اس شخص کے لیے جس کے پاس عقل ہو یا کم از کم دوسرے کی بات توجہ سے سنے)

مرشد کی اجازت کے بغیر کلام نہ کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ممکن ہے شیخ کسی خاص علمی نکتہ پر غور و فکر کر رہے ہوں یا کسی کے دل میں باطنی توجہات ڈال رہے ہوں یا ان پر الہام کی کیفیت ہو یا کسی اہم کام یا مضمون کی طرف طبیعت متوجہ ہو۔ ایسی صورت میں کسی کا بدون اجازت کلام کرنا طبیعت پر انقباض کا باعث بنتا ہے۔ مزید بر آں دوران گفتگو اپنی آواز کو مرشد کی آواز سے بلند نہ کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **"یا ایھاالذین آمنو الا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروالہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون" (الحجرات آیت 2)**

(اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی آواز سے اونچا نہ کرو اور ان کے سامنے بات زیادہ اونچی آواز سے نہ کرو جیسے تم ایک دوسرے سے اونچا بول لیتے ہو ورنہ اندیشہ ہے کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں محسوس بھی نہ ہو)

مرشد کی بات نہایت غور سے سنی چاہیے۔ بعض مشائخ کا قول ہے مرشد کو زبان بننا چاہیے اور مرید کو کان بننا چاہیے۔

ادب 8:- پیر کی مجلس میں اپنے آپ کو کسی طرح ممتاز نہ کرے اور اپنے تیئں حقیر، نیاز مند، تشنگی اور طلب سے بھرا ہوا ظاہر کرے۔

فائدہ:- مرشد کی موجودگی میں کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے حاضرین پر علمی تفوق ظاہر ہو نہ ہی دنیاوی جاہ و حشمت کا مظاہرہ کرے، نہ ہی کسی عمل سے یہ ظاہر کرے کہ میں شیخ کا مشیر اور ہمراز ہوں اور نہ ہی یہ جتلائے کہ مرشد مجھ پر بہت مہربان ہے یہ تمام باتیں نفس کو موٹا کرتی ہیں۔ اور انانیت کی دلیل ہیں حتی الوسیع نیاز مندی اور عاجزی کو اپنائے۔

زمین کی طرح جس نے عاجزی وانکساری کی

خدا کی رحمتوں نے اس کو ڈھانپا آسماں ہو کر

ادب 9:- مرشد کی نشست گاہ پر نہ بیٹھے اور اس کے مصلہ پر پاؤں نہ رکھے۔

فائدہ:- اس کی اصل حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عمل ہے روایات سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب خطبہ دینے کے لئے ممبر پر جلوہ افروز ہوتے تو تیسرے درجے پر کھڑے ہوتے تھے جبکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہا اپنے دور خلافت میں خطبہ دینے کے لیے دوسرے درجے پر کھڑے ہوتے تھے یہ ازراہ ادب تھا مرشد کے مصلے پر نماز پڑھنے سے اس لئے منع کیا گیا ظاہراً اس سے مساوات کا دعویٰ ظاہر ہوتا ہے۔

ادب 10:- بلا اجازت اس کے سامنے کھانا نہ کھائے، نہ پانی پیے، نہ وضو کرے نہ اس کے برتن استعمال کرے۔ اس کی طہارت اور وضو کی جگہ طہارت یا وضو نہ کرے۔ جو آداب شیخ کے روبرو بجا لاتا ہے وہی پیچھے بھی بجالائے تا کہ اخلاص نصیب ہو۔

فائدہ:- مرشد کے سامنے بلا اجازت کھانے پینے میں مشغول نہ ہونا چاہیے حتی کہ مرشد اپنے دستر خوان پر بیٹھنے کی اجازت دے تو بیٹھ جائے ورنہ بخوشی پیچھے ہٹ جائے مرشد کی نظر وہ کچھ دیکھ سکتی ہے جو سالک کی نظر نہیں دیکھ سکتی۔ سلسلہ عالیہ شاذلیہ کے مشائخ کا دستور ہے کہ وہ کھانے پینے کی اشیاء میں توجہ شامل کر کے سالک کو کھلاتے ہیں ان کے ہاں بعض مشائخ تو خلافت و اجازت سلسلہ دیتے ہوئے اس بات پر عہد لیتے ہیں کہ تم اپنی باطنی توجہات کھانے پینے کی چیزوں میں شامل کر کے سالکین کو پیش کیا کرو گے۔ تصوف کی کتب معتبرہ میں منقول ہے کہ بعض مشائخ نے خلافت دیتے وقت اپنے ہاتھ سے کوئی چیز سالک کو کھلائی۔ حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ دستر خوان پر جمع ہونے والے تمام سالکین کا گہری نظر سے جائزہ لیتے رہتے تھے۔ تربیت کے لئے ڈانٹ ڈپٹ کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے دستر خوان پر ان کا اس قدر کنٹرول ہوتا تھا کہ جو سالک چند مرتبہ ان کے سامنے کھانے میں شریک ہو جاتا اس کے کئی کس بل نکل جاتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے نہایت پر تکلف کھانوں پر مشتمل دستر خوان چنا گیا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ بھی حاضر خدمت تھے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک چپاتی اٹھائی ایک پلیٹ میں تھوڑی سی دال ڈالی اور حضرت گنگوہیؒ کے ہاتھ میں پکڑا کر فرمایا مولانا! اس دستر خوان کے کونے میں بیٹھ کر یہ کھانا کھالو۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ برضا و رغبت کھانے میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ نے نہایت سخت لہجے میں کہا رشید احمد! جی تو چاہتا تھا کہ تمہیں جوتوں والی جگہ پر بٹھاتا مگر رعایت کر لی کہ دستر خوان والی جگہ پر بٹھا لیا یہ کہتے ہی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا کے چہرے کے تاثرات کو دیکھا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت ادب سے عرض کیا حضرت آپ نے سچ فرمایا میں اسی قابل تھا کہ جوتوں میں بٹھایا جاتا آپ کا احسان ہے جو یہاں بیٹھنے دیا حضرت حاجی صاحب نے جب ملاحظہ کیا کہ لوگوں کے سامنے اتنی کڑوی کسیلی باتیں سن کر بھی مولانا کا نفس نہیں بھڑکا تو فرمایا! الحمد للہ "ذکر کے اثرات محسوس ہو رہے ہیں"

ادب 11:- جس جگہ مرشد بیٹھا ہوا اس طرف پاؤں نہ پھیلائے اس کی طرف منہ کر کے نہ تھوکے اگرچہ سامنے نہ ہو۔

فائدہ:- فقہائے کرام نے بیت اللہ شریف کی طرف پاؤں پھیلانا یا تھوکنا مکروہ لکھا ہے۔ اگرچہ بیت اللہ سامنے نہ ہو۔ جس طرح بیت اللہ مرکز انوار و تجلیات ہے اسی طرح مرشد کا قلب بھی تجلیات ذاتیہ کا مورد ہوتا ہے لہٰذا مرشد کے لیے بھی انہیں آداب کی رعایت ضروری ہے۔ ابن ماجہ کی روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ طواف کرنے کے بعد کعبۃ اللہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ بیت اللہ! تیری حرمت بھی بہت زیادہ ہے مگر **"حرمۃالمومن ارجع من حرمۃالکعبۃ"** (مومن کی عزت بیت اللہ کی حرمت سے بھی زیادہ ہے)

ادب 12:- شیخ کے سایہ پر قدم نہ رکھے اور حتیٰ الامکان ایسی جگہ کھڑا نہ ہو کے اس کا سایہ مرشد کے سایہ پر یا اس کے کپڑے پر پڑے۔

فائدہ:- کسی چیز کو پاؤں تلے روندنا اس کی تحقیر کی علامت ہوتی ہے سالک کو چاہئے کہ مرشد کے سایہ پر بھی قدم نہ رکھے تا کہ بے حرمتی کا شائبہ تک نہ ہو اسی طرح اپنا سایہ مرشد پر نہ پڑنے دے کہ بسا اوقات روشنی کا رک جانا طبعی الجھن کا سبب بنتا ہے۔ سالک ان آداب کو معمولی نہ سمجھے کیوں کہ چھوٹے چھوٹے ذرات میں مل کر ہی ریت کے ٹیلے بن جاتے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ ایک دانہ خرمن کو تو نہیں بھرتا مگر ان دانوں کی مدد ضرور کرتا ہے جو خرمن کو بھر دیا کرتے ہیں۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ گناہ کو چھوٹا نہ سمجھو بلکہ اس ذات کی عظمت کو دیکھو جس کی نافرمانی ہو رہی ہے اسی پر قیاس کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ کسی بھی ادب کو چھوٹا نہ سمجھو بلکہ مرشد کی ذات کو سامنے رکھو جو مالک حقیقی سے واصل ہونے کا ذریعہ ہے۔ حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ایک طالب صادق حضرت خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا حضرت کچھ دنوں سے لطائف بند ہو گئے ہیں سمجھ نہیں آتی کیا وجہ ہے۔ حضرت نے فرمایا "غور کرو آپ سے کوئی نہ کوئی بے ادبی سرزد ہوئی ہے جس کی یہ سزا ہے" وہ سالک کافی دیر غور کرتا رہا بالآخر اسے یاد آیا کہ چند دن پہلے مرشد کا عصا پڑا ہوا تھا۔ اور وہ اس کے اوپر سے گزر گیا تھا چنانچہ توبہ استغفار کرنے سے لطائف دوبارہ جاری ہو گئے۔

ادب 13:- شیخ کے آگے نہ چلے اور پیچھے چلنے میں شرم نہ کرے بلکہ سعادت سمجھے۔

فائدہ:- مسجد کے آگے نہ چلنے سے مراد یہ ہے کہ دن کے اوقات میں چلتے ہوئے بلا ضرورت ان سے آگے نہ بڑھے اگر کسی ضرورت کی وجہ سے آگے چلنا پڑے تو مضائقہ نہیں بلکہ بسا اوقات آگے چلنا بہتر ہوتا ہے مثلا رات کے وقت اس نیت سے آگے چلنا کہ کوئی موذی جاندار راستے میں نہ ہو، یا گڑھا راستے میں نہ ہو، یا کوئی ایسا پتھر نہ پڑا ہو کہ کوئی ٹھوکر کھا کر گرے یا خود مرشد ہی کسی وجہ سے آگے چلنے کا حکم دیں تو پھر آگے چلنا ہی عین ادب ہے۔ **"الامر فوق الادب"** (حکم ادب پر فائق ہے)

ایک مرتبہ حضرت مرشد عالم رحمتہ اللہ علیہ حرم شریف سے نکلے تو کسی کے ہاں جانا تھا حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے میزبان سے کہا کہ آگے چلیں ہمیں راستے کا پتا نہیں وہ کہنے لگے نہیں نہیں حضرت آپ ہی آگے چلیں میں راستہ بتادوں گا اب چلتے چلتے جب کوئی موڑ آتا تو حضرتؒ کو پیچھے مڑ کر پوچھنا پڑتا کہ کس طرف جانا ہے چنانچہ تھوڑی دیر بعد حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے دوبارہ میزبان سے کہا کہ آپ آگے چلیں وہ پھر معذرت کرنے لگے کہ نہیں حضرت بس میں پیچھے ہی ٹھیک ہوں جب تیسری مرتبہ کہنے پر بھی انھوں نے وہی جواب دیا تو حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے غصے میں آکر عصا لہرایا اور کہا "توں میڈا پیر ایں یا میں تیڈا پیر ہاں" (تو میرا پیر ہے یا میں تیرا پیر ہوں) تب ان صاحب کو حقیقت سمجھ آئی اور وہ آگے چلنے لگے ۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب سفر ہجرت میں نبی علیہ السلام کے ہمراہ چلے تو کچھ دیر پیچھے چلے پھر آگے چلنے لگے پھر کبھی دائیں چلتے اور کبھی بائیں چلتے نبی اکرم ﷺ نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب پیچھے چلتا ہوں خیال آتا ہے دشمن آگے سے حملہ نہ کردے جب آگے چلتا ہوں تو دائیں بائیں سے حملے کا ڈر ہوتا ہے۔ اس لئے پھر دائیں بائیں چلتا ہوں نبی ﷺ یہ سن کر بہت خوش ہوئے یہ عشق و محبت کی داستان تھی۔ پورے سفر میں یہی معاملہ رہا۔ جیسے پروانہ کسی شمع کے گرد طواف کر رہا ہوتا ہے۔ **"ھنیئالارباب النعیم نعیمھا"** (اہل نعمت کو اپنی نعمت مبارک ہو) عام اصول یہی ہے کہ مرید بلا ضرورت مرشد کے آگے نہ چلے ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک نوجوان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ کبھی اپنے باپ کا نام لے کر نہ پکارنا اور راستہ چلتے ہوئے آگے نہ چلنا۔ عیون الاخبار میں ہے کہ حضرت عمر بن زید رحمتہ اللہ علیہ سے ان کے بیٹے کی تعلیم و تربیت اور حسن ادب کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا "میں دن میں نہیں چلا مگر وہ میرے پیچھے تھا میں رات میں نہیں چلا مگر وہ آگے تھا اور وہ کسی ایسی چھت پر نہیں چڑھا جس کے میں نیچے تھا"

حضرت مرشد عالم رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے مرشد کے پیچھے راکھویں لیلے (پالتو مینڈھے) کی طرح چلتا تھا۔

ادب 14:- جب شیخ کھڑا ہو تو مرید بھی کھڑا ہو جائے اور اس کے بیٹھنے کے بعد بیٹھے۔

فائدہ:- یہ اکرام میں داخل ہے کہ جب شیخ کھڑا ہو تو مرید بھی کھڑا ہو جائے اور جب شیخ بیٹھے تو مرید بھی بیٹھ جائے بعض حضرات یہ سوال کرتے ہیں کہ ایک حدیث پاک میں نبی علیہ السلام نے صحابہ کرام کو کھڑا ہونے سے منع کیا تو پھر مشائخ کی مجلس میں لوگ کسی کے اکرام کے لئے کیوں کھڑے ہوتے ہیں؟ یہ حضرات ایسے موقع پر نہ تو خود کھڑے ہوتے ہیں اور نہ ہی کھڑا ہونے والوں کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اس کی وجہ کم علمی کے سوا کچھ نہیں شریعت محمدیہ ﷺ کا یہ حسن ہے کہ جہاں کسی معاملہ میں دو فریق ہوں تو دونوں کو ایک دوسرے کے حقوق کی تلقین کی جاتی ہے تاکہ معاملات خوش اسلوبی سے چلتے رہیں۔ دونوں میں محبت و پیار اور اکرام و تکریم کا رشتہ استوار رہے۔ شریعت نے ایک طرف تو مرید کو کھڑے ہونے کا حکم دیا تاکہ استاد کی عزت افزائی ہو اور **"انزلوا الناس منازلھم"** پر عمل ہو دوسری طرف مرشد کو حکم دیا کہ لوگوں کے کھڑے ہونے کو پسند نہ کرے تاکہ عجب و تکبر سے بچ سکے۔ پس مرید کھڑے ہونے کو فرض منصبی سمجھے اور مرشد محبت و پیار سے بیٹھنے کی تلقین کرتا رہے تاکہ محبت و عقیدت کا بندھن سلامت رہے۔ کھڑا نہ ہونے کی احادیث تو معروف ہیں ہی سہی یہاں کھڑے ہونے کے بارے میں دو احادیث پیش کی جاتی ہیں۔ امام نسائی رحمتہ اللہ علیہ اور امام ابو داؤد رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہم سے گفتگو کرتے پھر آپ کھڑے ہوتے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے تھے۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ و امام مسلم رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالی عنہ تشریف لا رہے تھے جب قریب آگئے تو نبی اکرم ﷺ نے انصار سے کہا **"قوموا السیدکم"** (اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ) پس صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ ان کے اکرام کے لیے کھڑے ہو گئے۔ نبی علیہ السلام کے اسی حکم کے پیش نظر مرید اپنے سید و مرشد کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔

ادب 15:- شیخ کے روبرو اور پس پشت یکساں رہے، اپنا ظاہر و باطن ایک طرح پر رکھے یعنی دل اور زبان کے درمیان کسی قسم کا فرق نہ رکھے۔

فائدہ:- جو مرید اپنے شیخ کے روبرو اور پس پشت یکساں نہ رہے اس کی مثال اس مریض کی سی ہے جو طبیب سے اپنا مرض چھپائے یقیناً ایسے مریض کو شفا نصیب نہیں ہوگی۔ حضرت مرشد عالم رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مرید اپنا سب کچھ مرشد کے سامنے اس طرح کھول دے جس طرح بیٹی اپنا سب کچھ ماں کے سامنے کھول دیتی ہے۔ شریعت نے جس طرح علاج کی خاطر طبیب کے سامنے ستر کھولنے کی اجازت دی ہے اسی طرح روحانی علاج کی خاطر مرشد کے سامنے اپنا کیا کرایا کھولنے کی اجازت ہی نہیں دی بلکہ اسے ضروری قرار دیا ہے۔ اگر مرید اپنے مرشد سے عیب چھپائے گا تو نقصان بھی خود ہی اٹھائے گا۔ بقول شخصے

"اگر تم اپنا عیب چھپانے کیلئے دروازے بند کرلو گے تو سچائی بھی باہر رہ جائے گی" ایسی صورت میں تو ذکر بھی فائدہ نہیں دیتا۔

رام رام جپدیاں مری جیبھیا گھس

رام نہ دل وچ وسیا ایہہ کی دھاڑ پئی

گل وچ مالا کاٹھ دیتے منکے لے پرو

دل وچ گھنڈی پاپ دی رام جپیاں کی ہو

(رام رام کرتے میری زبان گھس گئی مگر رام دل میں نہ بسا یہ کیا مصیبت پڑ گئی گلے میں کاٹھ کی مالا اور منکے پرو لیے مگر دل میں گرہ پاپ کی ہے تو رام جپنے سے کیا ہو۔)

ادب 16:- مرشد کے تمام اقوال وافعال کو راست جانے، اعتراض نہ کرے دل میں شک وشبہ نہ لائے اگر کوئی بات سمجھ نہ آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ یاد کرے۔

فائدہ:- مرید اور مرشد کا تعلق شاگرد اور استاد کی بجائے مریض اور طبیب کی مانند ہوتا ہے۔ جس طرح مریض کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ طبیب کی کسی بات پر چون وچرا کرے اسی طرح مرید کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ مرشد کی کسی بات پر اعتراض کرے حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ "ارشاد الطالبین" میں لکھتے ہیں۔

"مرشد اگر پرہیز گاری اور استقامت والا ہے تو **"احیاناً"** اس سے کوئی خلاف شرع بات سرزد ہونے پر بھی اعتراض نہیں کرنا چاہیے بلکہ تاویل کرنی چاہیے اور کسی مجبوری، حالت استغراق یا اپنے واقف نہ ہونے پر محمول کرنا چاہیے اگر کوئی ایسا شخص ہے جس میں شیخ کامل کے اوصاف نہیں ہیں اور اس کی عادت اور طریقہ ہی فاسقانہ ہے تو ایسا شخص ہرگز ولی نہیں ہے۔ ایسے شخص کے کاموں اور باتوں کی تاویل ہرگز جائز نہیں"۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد حضرت عبد اللہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ حافظ القرآن والحدیث تھے لاکھوں سالکین ان سے وابستہ تھے اور سینکڑوں خانقاہیں ان کے دم قدم سے آباد تھیں ایک مرتبہ جماعت کے ہمراہ عیسائیوں کی بستی سے گزرتے ہوئے کسی لڑکی پر نظر پڑی تو باطنی نعمت چھن گئی۔ شیخ نے سالکین کو واپس رخصت کیا اور لڑکی کے والد سے نکاح کا مطالبہ کیا۔ اس نے کہا کہ آپ ناواقف ہیں، ایک صورت ہے کہ آپ سال دو سال یہاں رہ کر ہمارے سور چرائیں تو بات آگے بڑھے گی۔ شیخ تیار ہو گئے صبح سویرے سوروں کا ریوڑ چرانے نکلتے اور رات گئے واپس لوٹتے۔ پورا ایک سال اسی طرح گزر گیا۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں شیخ کی سچی محبت جاگزین تھی وہ جانتے تھے کہ شیخ کامل ہیں مگر کسی آزمائش سے گزر رہے ہیں۔ ایک سال بعد حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ سے ملنے اسی بستی پہنچے دیکھا کہ شیخ وہی خطبہ جمعہ والا جبہ پہنے، وہی عمامہ باندھے، وہی عصا ہاتھ میں لیے کھڑے ہیں اور ریوڑ کی نگرانی کر رہے ہیں۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ قریب آئے اور خیریت دریافت کرنے کے بعد پوچھا "حضرت آپ کو قرآن پاک اب بھی یاد ہے" شیخ نے تھوڑی دیر خاموش رہ کر فرمایا بس ایک آیت یاد ہے **"ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم"** (جسے اللہ ذلیل کرے اسے کوئی نہیں عزت دینے والا) پھر پوچھا کہ حضرت احادیث یاد ہیں فرمایا صرف ایک یاد ہے **"من بدل دینہ فاقتلوہ"** (جو اپنا دین بدلے اسے قتل کرو)

یہ کہنے کے بعد شیخ زاروقطار رونے لگے اور آسمان کی طرف دیکھ کر کہا "یا اللہ میں آپ سے ایسا گمان تو نہیں رکھتا تھا" حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ بھی دھاڑیں مار مار کر روئے۔ کافی دیر کے بعد شبلی رحمۃ اللہ علیہ واپس وطن چل پڑے۔ راستے میں ایک دریا کے کنارے پہنچے تو کیا دیکھا کہ حضرت عبد اللہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ تروتازہ مسکراتا چہرہ، طبیعت میں بشاشت سامنے ظاہر ہوئے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی خوشی کی انتہا نہ رہی پوچھا کہ حضرت یہ کیا معمہ تھا فرمایا کہ جس وقت میں سالکین کی جماعت کے ہمراہ عیسائیوں کی بستی سے گزر رہا تھا تو میرے دل میں یہ خیال آیا "یہ عیسائی کیسے بیوقوف لوگ ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا لیا" فوراً گرفت ہوئی ایک آواز آئی "اگر تم اسلام پر ہو تو یہ تمہارا کمال ہے یا ہمارا کمال ہے" اس کے ساتھ ہی باطنی نعمت چھن گئی اللہ تعالیٰ نے آزمائش میں ڈال دیا۔ (یہ نکتہ قابل غور ہے کہ وہ بات جو عامۃ الناس کے نزدیک کوئی وزن نہیں رکھتی اس کے کرنے پر بھی مقربین کی پکڑ ہو جاتی ہے) حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ کے ہمراہ واپس آئے تو خانقاہوں کی رونقیں لوٹ آئیں اس واقعہ میں سالکین کے لیے کئی نصیحتیں ہیں ایک تو یہ کہ کمالات کو کبھی اپنی طرف منسوب نہ کریں، دوسرا یہ کہ استقامت والے شیخ سے خلاف شرع بات صادر ہو جانے پر یہ سمجھیں کہ کوئی آزمائش ہے، تیسرے یہ کہ اپنی کیفیات حالات وواردات پر فریفتہ نہ ہوں، چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ سے کسی حالت میں بھی مایوس نہ ہوں۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے شیخ سے عقیدت ومحبت سالکین کے لیے روشنی کا مینار ہے۔

ادب 17:- شیخ کی سختی اور ڈانٹ ڈپٹ سے دل تنگ نہ ہو اور بدگمانی کو راہ میں نہ آنے دے کیوں کہ شیخ کی سختی طالب کے لیے صیقل کا کام کرتی ہے۔ **فائدہ:-** جس طرح ایک مالی کسی پودے کے فاضل حصوں کو کاٹتا ہے تو پودے کی نشوونما بھی اچھی ہوتی ہے اور دیکھنے میں بھی دیدہ زیب نظر آتا ہے یا جس طرح ایک طبیب کسی مریض کے زخم پر کبھی نشتر لگاتا ہے کبھی اس میں سے گندا مواد نکالتا ہے اور کبھی اس پر مرہم لگاتا ہے حتیٰ کہ مریض شفایاب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مرشد کامل مرید کی تربیت کے لئے کبھی شفقت ومحبت سے پیش آتا ہے اور کبھی ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے تاکہ مرید میں اخلاق حمیدہ پیدا ہو جائیں۔

مرشد کی ڈانٹ ڈپٹ مرید کی باطنی بیماریوں کیلئے تریاق کا کام دیتی ہے۔ مرشد جو کہ اخلاص کے ساتھ تربیت کی خاطر روک ٹوک کرتے ہیں لہٰذا مریدین اس زجر و توبیخ کو بھی نمکین غلاف میں پوشیدہ شکر پارے سمجھتے ہیں اور پہلے سے زیادہ محبت کرنے لگتے ہیں۔ حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے "پیر کو چپ شاہ نہیں ہونا چاہیے" اگر مرشد اپنے مریدین کی کوتاہیوں پر خاموش رہے گا، نہ موقع پر سمجھ آئے گا نہ ہی تنہائی میں تو مریدین کی اصلاح کیسے ہوگی۔ مریدین کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو دیکھ کر اصلاح کی کوششیں نہ کرنا سراسر مداہنت ہے۔ اس سے پیری مریدی تو چمک جاتی ہے مگر مریدین کی تربیت نہیں ہوتی۔

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمایا کرتے تھے "حلوہ" پیر اور مولوی کے لیے سیمنٹ کا کام کرتا ہے یعنی حلوہ کھالینے سے منہ بند ہو جاتا ہے۔ امراء کو تو بالخصوص استغناء کی چھری سے ذبح کرنا چاہیے۔

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمایا کرتے تھے جب تک "دب" نہ ہو ادب نہیں ہوتا یہ بھی فرمایا کرتے تھے مرشد اگر بلا وجہ کسی چوراہے پر کھڑا کر کے مرید کو جوتے مارے تو بھی مرید کو چاہئے کہ وہ جوتا اٹھا کر دے۔ مرشد کی بلا وجہ ڈانٹ میں بھی حکمت ہوتی ہے ممکن ہے یہ دیکھنا چاہتے ہو کہ مرید کا نفس بھڑکتا ہے یا نہیں؟ مرشد اگر مرید کی کسی بھی خطا پر ڈانٹتا ہے تو اس احساس کے ساتھ کہ جیسے کسی حسینہ نے چہرے پر سیاہی لگالی ہے ابھی سیاہی دھوئے گی تو چاند سا چہرہ نکل آئے گا۔ مزید بر آں ڈانٹ ڈپٹ اور روک ٹوک کا مقصد اصلاح احوال ہوتی ہے کوئی دل میں غبار رکھنا نہیں ہوتا اگر کوئی مرشد مریدین کی غلطیوں کوتاہیوں پر دل میں غبار رکھنے لگے تو پھر اس کے دل میں غبار کے سوا کچھ نہیں رہے گا۔ مرشد کا حصہ عارضی ہوتا ہے اگر مرید اپنی اصلاح کرلے تو غصہ شفقت و محبت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ مرشد جب کسی مرید کو ڈانٹتا ہے تو نہ اپنے آپ کو افضل سمجھتا ہے اور نہ ہی مرید کو گھٹیا سمجھتا ہے مرید کو ڈانٹتے وقت مرشد کی کیفیت اس جلاد کی سی ہوتی ہے جسے بادشاہ حکم دے کہ شہزادے کی فلاں غلطی کی وجہ سے شہزادے کو کوڑے لگاؤ جلاد تعمیلِ حکم کی وجہ سے شہزادے کو کوڑے بھی لگائے گا مگر دل میں شہزادے کی حقارت کی بجائے محبت ہوگی۔ پس مرشد ڈانٹ بھی رہا ہوتا ہے دل سے توجہات بھی ڈال رہا ہوتا ہے اور نیم شب کی تنہائیوں میں مرید کے لئے ہاتھ پھیلا کر دعائیں بھی کر رہا ہوتا ہے۔ احادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے کہ نبی علیہ السلام جب کسی کو تنبیہ کرتے تھے تو اس کے لیے دعائیں بھی کرتے تھے۔

مرشد اگر کسی مرید پر زیادہ توجہ دے اور کسی پر کم توجہ دے تو مرید دل تنگ نہ ہو بلکہ یوں سمجھے کہ جس طرح کوئی طبیب بعض مریضوں کو انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں رکھتا ہے اور بعض مریضوں کو عام وارڈ میں رکھتا ہے اسی طرح مریدین کو شیخ کی توجہ میں ظاہری تفاوت محسوس ہوتا ہے حقیقتاً دل میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

ادب 18:- دل میں کوئی شبہ گزرنے کی صورت میں فوراً مناسب طریقے سے عرض کردے اگر وہ شبہ حل نہ ہو تو اپنی فہم کا قصور سمجھے اگر مرشد کوئی جواب نہ دے تو جان لے کے میں جواب کے لائق نہ تھا۔

فائدہ:- جو سالکین اپنے مرشد سے محبت و عقیدت کے رشتے کو مضبوط سے مضبوط تر بنا لیتے ہیں اوّل تو انہیں کوئی غلط فہمی پیدا ہی نہیں ہوتی اگر دل میں کوئی سوال پیدا بھی ہو تو عموماً مرشد کی توجہات کی برکت سے خود ہی جواب بھی دل میں القاء ہو جاتا ہے۔ یہ بھی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ مرشد کی زبان سے دوران گفتگو اس کا جواب دلوا دیتے ہیں۔ سالکین حیران ہو کر کہتے ہیں۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال

با تو مشکل حل شود بے قیل و قال

(اے کے تیری ملاقات ہر سوال کا جواب ہے اور آپ سے بغیر کہے سنے مشکل حل ہو جاتی ہے)

سالکین طریقت کے لئے مرشد کے کسی قول و فعل پر دل میں شبہ کا پیدا ہونا سب سے بڑا شیطانی دھوکہ ہے۔ عموماً مبتدی حضرات محبت و عقیدت اور رابطہ شیخ میں کمی کی وجہ سے اس کا شکار ہو جاتے ہیں ایک اصولی بات سمجھ لینی چاہیے کہ جب بیعت سے پہلے مرشد میں وہ تمام شرائط، نشانیاں اور صفات دیکھ لی گئیں جو ایک شیخ کامل میں ہونی چاہیئں تو پھر بیعت کے بعد شیطان کو کوئی بھی غلط فہمی پیدا کرنے کا موقع نہیں دینا چاہیے ہر بات میں اپنے آپ کو عقل کل سمجھتے ہوئے مرشد کو ناقدانہ نظر سے دیکھتے اور پرکھتے رہنا فیض سے محرومی کا سبب ہوتا ہے۔ ابو جہل ساری عمر نبی علیہ السلام کو محمد بن عبد اللہ کی نظر سے دیکھتا رہا کاش کہ ایک مرتبہ محمد الرسول اللہ ﷺ کی نظر سے دیکھ لیتا تو بیڑہ پار ہو جاتا۔ بدگمانی اور شک کی نظر اس ہستی پر ڈالنا جو اللہ تعالیٰ سے واصل ہونے کا ذریعہ ہے کتنا بڑا ستم ہے حق بات یہی ہے کہ ذہن اپنا بیمار ہوتا ہے کوتاہی شیخ میں نظر آتی ہے مرشد کی حیثیت تو وہ آئینے کی مانند ہوتی ہے حدیث پاک **"المومن مراۃ المومن"** (مومن مومن کا آئینہ ہے) کے مطابق مرید کو اپنی ہی خامیوں کا عکس نظر آتا ہے لہٰذا شبہ پیدا ہونے کی صورت میں فوراً مناسب

طریقے سے مرشد کو آگاہ کر دینا چاہیے حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک ہندو پنڈت حاضر ہوا کہنے لگا کہ مجھے کئی سالوں سے کشف القلوب نصیب ہے میں دیکھ رہا ہوں کے آپ کا دل بالکل سیاہ ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ تمھیں یہ چیز کیسے ملی؟ کہنے لگا ہر کام نفس کے خلاف کرنے سے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ باتوں میں کہا کہ مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے؟ کہنے لگا جی نہیں چاہتا حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ کام بھی نفس کے خلاف کرو ناں۔ ہندو پنڈت اسی وقت توبہ تائب ہو کر مسلمان ہوا ۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اب میرے قلب پر نظر ڈالو کہنے لگا حضرت رحمۃ اللہ علیہ اب تو نور ہی نور نظر آرہا ہے۔ فرمایا کہ پہلے تمہیں اپنے قلب کا عکس میرے اندر نظر آیا تھا۔

رہا علمی مسائل کا پوچھنا اور اشکالات کا حل کرنا تو ایسی باتیں مناسب طریقے اور مناسب موقع پر ضرور پوچھنی چاہئیں۔ **"فاسئلوا اھلالذکران کنتم لا تعلمون"** (اہل ذکر سے پوچھو اگر اگر تم نہیں جانتے) کا یہی مقصود ہے البتہ ہر وقت **لم** اور **لا** کے چکر میں پڑے رہنا عقلمندی نہیں۔

اچھا ہے دل کے پاس رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

ادب 20:- شیخ کے روبرو بیہودہ باتیں نہ کرے اور نہ ہی کسی کے عیوب بیان کرے۔

فائدہ:- عیب جوئی دوسروں پر تنقید اور تبصرہ ان لوگوں کی عادت ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کے قرب سے محروم ہوتے ہیں ورنہ دوست کو کب فرصت ہوتی ہے کہ وہ اپنے دوست کی یاد چھوڑ کر لایعنی باتوں میں وقت ضائع کرے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کو دو شعروں میں سمجھا دیا۔

میرا پیر دنائے مرشد شہاب دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ بر خویش خود بیں مباش دوم آنکہ در کس تو بد بیں مباش

(میرے شیخ مرشد کامل شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے دو نصیحتیں دریا کے کنارے کھڑے ہو کر فرمائیں۔ 1- اپنی نیکیوں پر نگاہ مت رکھو۔ 2- دوسرے کی غلطیوں میں نگاہ مت ڈالو اور در گزر کرو)

گویا تصوف کا نچوڑ دو لفظوں میں یوں پیش کیا جاسکتا ہے کہ سالک اپنے پہ "خود بیں" نہ ہو اور دوسرے پر "بد بیں" نہ ہو یعنی اپنی اچھائیوں پر نظر نہ جمائے رکھے اور دوسروں کی برائیوں پر نظر نہ لگائے رکھے۔

ادب 21:- مرشد کے قرابت داروں اور عزیزوں سے محبت و مودت رکھے۔ اس کے دوستوں محبوبوں اور نیز پیر بھائیوں اور طالبوں کی رعایت کرے اس کی بدگوئی اور اس کے مخالفوں سے دور رہے تاکہ استقامت حاصل ہو۔

فائدہ:- مرشد سے محبت کی پہچان یہی ہے کہ مرید اپنے مرشد کے قرابت داروں اور عزیزوں سے محبت و مودت رکھے یہی تعلیم کتاب و سنت سے ملتی ہے قرآن مجید میں نبی علیہ السلام کا قول نقل کیا گیا **"یقوم لا اسئلکم علیہ اجراًالا المودۃ فی القربی" (الشوریٰ :آیت23)** (اے میری قوم میں تم سے اس تبلیغ پر کوئی اجر نہیں مانگتا ۔سوائے اپنے قرابت داروں سے محبت کے)

طبرانی شریف کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"ادبوا اولادکم علی ثلاث خصال۔حب نبیکم وحب آل بیتہ وتلاوۃ القرآن" (اپنی اولاد کو تین چیزوں کی تعلیم دو پیغمبر کریم ﷺ کی محبت آپ کے اہلبیت کی محبت اور تلاوت قرآن)

ادب 22:- اپنے احوال باطنی اچھے ہوں یا برے مرشد کے سامنے عرض کرے کیوں کہ مرشد طبیب روحانی ہے اطلاع کے بعد اصلاح کرے گا مرشد کے کشف پر اعتماد کر کے سکوت نہ کرے۔

فائدہ:- جس طرح کوئی مریض اپنے حالات سے طبیب جسمانی کو باخبر رکھتا ہے اور اگر نہ رکھے تو موت کے منہ میں چلا جائے گا اسی طرح سالک کو چاہئے کہ اپنے مرشد یعنی طبیب روحانی کو کیفیات وواردات سے مطلع کرتا رہے ورنہ دل مردہ ہو جائے گا اس معاملے میں افراط و تفریط سے بچنا لازمی ہے افراط یہ کہ سالک اپنی کیفیات شیخ کے علاوہ ہر کے و مہ سامنے بتاتا پھرے حالانکہ واردات و کیفیات تو عرائس باطنی ہوتی ہیں بھلا کوئی شخص غیر کو اپنی دلہن دکھاتا ہے۔ تفریط یہ ہے کہ اپنے حالات شیخ کے سامنے بھی نہ کہے اور یہ سوچتا رہے کہ

مرشد صاحب کشف ہیں انہیں خود ہی پتہ چل جائے گا اعتدال کی راہ یہی ہے کہ اپنے حالات سے مرشد کو مطلع کرتا رہے۔ صوفیاء کا قول ہے کہ سالک اگر اطلاع اور اتباع کو اپنا دستور بنالے تو اس کی ترقی میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی۔

ادب 23:- خواب میں جو کچھ دیکھے وہ مرشد کی خدمت میں عرض کرے اگر اس کی تعبیر ذہن میں آئے تو وہ بھی بیان کرے۔

فائدہ:- بعض سالکین لطیف الطبع ہوتے ہیں انہیں بہت خواب نظر آتے ہیں اور بعض کثیف الطبع ہوتے ہیں انہیں کم خواب نظر آتے ہیں۔ زیادہ خواب نظر آنا فضیلت کی بات نہیں اور کم خواب نظر آنا بھی گراوٹ کی دلیل نہیں خواب تین طرح کے ہوتے ہیں

1- حدیث نفس، سالک جو کچھ دن میں کرتا سوچتا ہے یا اس کے لاشعور میں ہوتا ہے وہی کچھ خواب میں نظر آجاتا ہے۔

2- اضغاث احلام۔ اوٹ پٹانگ خیالات خواب کی شکل میں نظر آتے ہیں۔

3- رویائے صالحہ۔ سچے خواب جنہیں نبوت کا چھتیسواں حصہ کہا گیا ہے۔

ان تینوں قسم کے خوابوں میں پہچان کرنا ایک مشکل امر ہے۔ باطنی بصیرت رکھنے والا ہی یہ معمہ حل کر سکتا ہے۔ سالک کو چاہئے کہ جو کچھ خواب میں دیکھے وہ اپنے شیخ کی خدمت میں بے کم وکاست عرض کردے۔ مرشد اگر تعبیر بتادے تو فبہا اگر خاموش رہے تو سمجھ لے کہ تعبیر بتانا میرے لیے بہتر نہیں تھا یا پھر یہ خواب قابل تعبیر نہ تھا تعبیر الرؤیاء کے سلسلہ میں چند باتیں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔

1- کئی خواب جس طرح نظر آئیں ان کی تعبیر من وعن اسی طرح ہوتی ہے

2- کئی خوابوں کی تعبیر الٹ ہوتی ہے مثلاً کسی کو دیکھا گیا کہ مر گیا مگر حقیقت میں لمبی زندگی پائی۔

3- کئی خوابوں کی تعبیر تمثیل پر منحصر ہوتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے موٹی گائے دیکھی تو تعبیر رزق کی فراوانی والا سال، پتلی گائے کی تعبیر قحط زدہ سال۔

4- ایک ہی خواب میں دو مختلف آدمی دیکھیں تو دونوں کے لئے تعبیر مختلف ہو گی نیک آدمی نے خواب دیکھا کہ اذان دے رہا ہوں تو "**واذن فی الناس بالحج**" کے تحت عزت ملی۔ کسی فاسق شخص نے دیکھا کہ اذان دے رہا ہوں تو "**ثم اذن موذن**" کے تحت چوری کرتے ہوئے پکڑا گیا ذلت ملی۔

5- ایک ہی خواب مختلف موسموں میں دیکھیں تو تعبیر مختلف سردیوں میں آگ دیکھیں تو فائدہ پہنچے گرمیوں میں آگ دیکھیں تو نقصان ہو۔

6- کئی مرتبہ خواب ظاہر میں اوٹ پٹانگ مگر رویاء صالحہ میں سے ہوتا ہے۔ زبیدہ خاتون نے اپنے آپ کو برہنہ دیکھا پھر انسانوں جانوروں اور پرندوں کو دیکھا کہ اس سے زنا کر رہے ہیں پریشان ہو کر اٹھ بیٹھی ڈر گئی کہ کہیں رسوا نہ ہو جاؤں مگر تعبیر یہ تھی کہ اس نے نہر بنوائی جس سے انسانوں جانوروں پرندوں اور چرندوں نے پانی پیا زبیدہ خاتون کے لئے صدقہ جاریہ بنا۔

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ اپنی ماں سے زنا کر رہا ہوں بہت پریشان ہوا مگر ماں سے مراد زمین اور زنا سے مراد اس سے فائدہ لینا چنانچہ اسے اپنی کھیتی سے بہت زیادہ فائدہ ہوا۔

سالکین کو ایک اصول ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ بالفرض سچا خواب نظر آئے تو جب تک پورا نہ ہو کیا فائدہ مثلاً خواب میں دیکھا کہ بادشاہ بن گیا ہو تو کیا فائدہ جب تک حقیقت میں نہ بنے حضرت یوسف علیہ السلام نے سورج چاند ستاروں کو سجدہ کرتے دیکھا مگر کنویں میں گرنا پڑا، مصر میں بکنا پڑا، عزیز مصر کے گھر کی چاکری کرنی پڑی، آزمائش سے گزرنا پڑا، نو سال جیل کاٹنی پڑی پھر بادشاہت ملی اور خواب پورا ہوا جب سچے خوابوں کا بھی یہ حال ہے تو پھر اوٹ پٹانگ خوابوں پر فریفتہ کیا ہونا بعض سالکین تو ہر وقت خواب ہی سناتے پھرتے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ خوابوں کی دنیا کے شہزادے ہیں۔

درحقیقت شیطان خوابوں کے ذریعے بڑے بڑوں کو گرا دیتا ہے خود پسندی اور عجب پیدا کر کے فتنے میں مبتلا کر دیتا ہے۔ مرشد ہی کی ذات ہے جو ان شیطانی ہتھکنڈوں سے خبردار کرتی ہے تاکہ ایمان بچ جائے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید روزانہ خواب میں جنت کی سیر کرتا تھا صبح اٹھ کر لوگوں میں تذکرے کرتا حتیٰ کہ اس کے قصے زبان زد عام ہو گئے۔ ایک سال اسی حالت میں گزر گیا ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا شیخ نے دیکھا خود پسندی اور خود فریبی کے جال میں پھنس چکا ہے فرمایا "اب جنت نظر آئے تو لاحول ولا قوۃ" پڑھنا مرید سمجھا کہ شیخ مجھ سے حسد کرنے لگے ہیں۔ اگلی رات خواب میں جنت کی سیر کرنے لگا تو خیال آیا کہ شیخ نے کہا تھا (درحقیقت یہ شیخ کی توجہ اور برکت تھی) کہ لاحول پڑھنا۔ جب پڑھا تو سب نقشے ختم چند ہڈیاں پڑی دیکھیں تب احساس ہوا کہ شیطان تو میرے ایمان پر ڈاکہ ڈالنا چاہتا تھا۔

بعض سالکین کو خواب میں بزرگ نظر آتے ہیں سالک سمجھتا ہے کہ مجھے باطنی فائدہ ہورہا ہے حقیقتاً شیطان اس کا رابطہ شیخ سے کاٹنا چاہتا ہے۔ بعض سالکین کو دیکھا کہ خواب ایک سے بڑھ کر ایک عجیب وغریب دیکھتے ہیں مگر پابندی شریعت میں سست ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہ فتنہ میں پڑنے کی واضح علامت ہے۔

حدیث پاک میں ہے **"من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل بی"(بخاری کتاب الایمان)**

(جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے واقعی مجھ کو دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل ہرگز نہیں بنا سکتا)

اس حدیث پاک کے تحت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ شیطان نبی اکرم ﷺ کی اس صورت مبارک میں جس میں آپ ﷺ مدینہ میں پردہ فرما ہیں ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ ہر ایک صورت میں آکر دھوکا دے سکتا ہے چاہے وہ اہل اللہ کی صورت ہو یا آباواجداد کی۔ لہٰذا جو سالکین خوابوں پر اپنی روحانیت کی بنیاد رکھتے ہیں وہ بڑے خطرے میں ہوتے ہیں بعض خانقاہوں کے تو سجادہ نشین حضرات بات شروع کرتے ہیں خواب سے اور ختم کرتے ہیں خواب پر۔

جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نماز میں سورۃ النجم کی تلاوت کرتے ہوئے جب اس جگہ پہنچے **"افرءیتم اللّٰتوالعزی ومناۃالثلالثۃ الاخریٰ"**

(بھلا تم نے لات عزی اور تیسرے منات کے حال میں غور بھی کیا ہے)**(النجم :آیت 20)**

تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسے محسوس ہوا جیسے آپ ﷺ نے اس سے آگے یہ کہا کہ ان کی بھی عبادت کرو اور اللہ کی بھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت حیران ہوئے۔ نماز سے فراغت پر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ نئی آیتیں اتری ہیں جو آپ ﷺ نے پڑھی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تو نہیں پڑھیں چنانچہ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آیات اتریں **"القی الشیطان فی امنیتہ"(الحج:آیت52)**

(شیطان نے اپنی گفتگو (وقف کے دوران) حضور ﷺ کی قرات سے ملا دی تھی)

پھر پتہ چلا کہ شیطان نے اپنی آواز نبی علیہ سلام کی مبارک آواز کی مانند بنا کر یہ عبارت پڑھی تاکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دھوکا دے سکے۔ یہاں سوچنے کی بات یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں پھر حالت نماز کی یکسوئی میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے پاکیزہ حضرات کو دھوکا دینے سے شیطان باز نہیں آیا تو پھر ہم کس کھیت کی گاجر مولی ہیں کہ بلند و بانگ دعویٰ کریں۔ آج کا سالک اتنی کمزور روحانیت، مشکوۃ نبوت سے اتنا بعد، فتنے والا دور پھر نیند کی حالت میں تو شیطان کے لیے بہکانہ کون سا مشکل کام ہے۔ سالک کو یوں سوچنا چاہیے کہ ہمیں تو شیطان جیتے جاگتے بقائمی ہوش وحواس بہکا دیتا ہے تو خواب کی حالت میں بہکانہ کونسا مشکل کام ہے۔ پس خوابوں پر اعتماد ہرگز ہرگز نہ کرے جو کچھ دیکھے اپنے مرشد کی خدمت میں عرض کردے اور دعائیں کرتا رہے۔

"الھم انی اعوذبک من ھمزات الشیاطین واعوذ بک رب ان یحضرون"(یا اللہ میں آپ کی پناہ پکڑتا ہوں۔ شیطان مردود کی چوکیوں اور اس بات سے کہ وہ شیطان میرے اعمال میں حاضر ہو کر دخل دیں)

ادب 24:- جو ورد وظیفہ مرشد تعلیم کرے اسی کو اپنا معمول بنائے اس کے علاوہ تمام وظیفے چھوڑ دے خواہ اپنی طرف سے شروع کیے گئے ہو یا کسی دوسرے کے بتائے ہوں۔ البتہ اعمال مسنونہ مستثنٰی ہیں۔

فائدہ:- یہ بات عامۃ الناس میں مشہور ہے کہ مریض کو ایک وقت میں ایک طبیب کی دوا استعمال کرنی چاہیے اسی طرح سالک کو فقط اپنے ہی شیخ کے بتائے ہوئے معمولات پر عمل کرنا چاہیے اس کی اصل **"وحرمنا علیہ المراضع"** ہے۔ اپنی مرضی سے یا کسی اور کے کہنے پر مزید وظائف کو اپنائے گا تو نقصان اٹھائے گا۔ مبتدی کے لئے وظائف دوا کی مانند اور منتہی کے لئے غذا کی مانند ہوتے ہیں۔ وظائف میں ثواب کی نیت کرنا برا نہیں ہے **"وفی ذالک فلیتنا فی المتنافسون"**(اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنا چاہیے) اس کی دلیل ہے۔ سالک کو چاہئے کہ اپنے عمل کو اتنا کامل بھی نہ سمجھے کہ ناز پیدا ہو اور اتنا ناقص بھی نہ سمجھے کہ مایوسی ہو **"یدعون ربھم خوفا وطمعا "(السجدہ آیت:16)**(ایمان والے اپنے رب کی عبادت خوف اور امید کے درمیان کرتے ہیں) میں یہی راز پوشیدہ ہے۔ اوراد وظائف صبح وشام کرنے کی قرآنی دلیل **"یسبح لہ فیھا بالغدو والاصال"** ہے۔

ادب 25:- شیخ کے پاس بیٹھ کر وظیفہ وغیرہ میں مشغول نہ ہو اگر کچھ پڑھنا لازمی ہو تو اس کی نظر سے پوشیدہ بیٹھ کر پڑھے۔

فائدہ:- مرشد کی موجودگی میں سالک کو رابطہ قلبی میں جو فائدہ ملتا ہے وہ ذکر وظائف سے نہیں ملتا مرشد کی مثال سورج کی مانند اور مرید کی مثال پھل پھول کی مانند ہوتی ہے جس طرح سورج کی حرارت سے پھلوں کا ذائقہ بہتر ہو جاتا ہے یا پھولوں کی رنگت میں خوشنمائی آتی چلی جاتی ہے اسی طرح مرشد کی توجہات سے سالک کے دل میں نورانیت آتی رہتی ہے ۔اگر مرید کوئی وضائف کرنا چاہے تو شیخ کی نظر سے پوشیدہ بیٹھ کر کرے۔

ادب 26:- جو کچھ فیض باطنی اسے پہنچے اسے مرشد کا طفیل سمجھے اگرچہ خواب یا مراقبہ میں دیکھے کہ کسی دوسرے بزرگ سے فیض پہنچ رہا ہے تو یہ خیال کرے کہ میرے مرشد کا کوئی لطیفہ اس بزرگ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔

فائدہ:- جس طرح ایک بلب تار سے جڑا ہوا ہوتا ہے اور اسے جو بھی بجلی پہنچتی ہے اسی تار کے ذریعے سے پہنچتی ہے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ بجلی تربلا ڈیم سے آرہی ہے یا منگلا ڈیم سے۔ بجلی جس پاور سٹیشن سے بھی آئے گی اسی تار سے ہو کر بلب کو ملے گی اسی طرح مرید کو جو بھی باطنی فیض پہنچتا ہے وہ شیخ کے قلب سے ہو کر پہنچتا ہے اگرچہ وہ فیض پیچھے کسی بھی بزرگ کی طرف سے آرہا ہو اسی لئے کوئی مرید ظاہر میں کسی دوسرے بزرگ سے فیض ملتا دیکھے تو بھی یہی گمان کرے کہ میرے شیخ کا کوئی لطیفہ اس شکل میں ظاہر ہو کر مجھے فیض پہنچا رہا ہے۔ مرید کی توجہ کا قبلہ ہمیشہ ایک ہی ہونا چاہیے اس کو کہتے ہیں۔

یک گیر محکم بگیر

(یہ ایک ہی شیخ بنالو اور ان کو ہی مضبوط پکڑو)

حضرت خواجہ محمد سعید قریشی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ سرہند شریف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے آپ کے خلفاء میں سے حضرت سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد سعید گوہانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مریدین میں سے بھی چند حضرات رفیق سفر تھے مزار مبارک پر کافی دیر مراقبہ کرنے کے بعد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے ہمکلامی نصیب ہوئی مختلف امور پر گفتگو کے بعد حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائش کی کہ اپنے خلفاء سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد سعید گوہانوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرھم کو کچھ دن یہی میرے پاس چھوڑ جائیں۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلفاء سے فرمایا کے اب میں تو آگے سفر کیلئے روانہ ہو رہا ہوں آپ حضرات فیصلہ کرلیں کہ کیا کرنا ہے مولانا محمد سعید گوہانوی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا حضرت آپ کا حکم ہے کہ ہم یہاں ٹھہریں یا ہماری مرضی پر ہے کے یہاں ٹھہریں یا ساتھ سفر پر جائیں حضرت نے فرمایا آپ حضرات کی مرضی پر ہے میں نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام پہنچا دیا ہے مولانا گوہانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا حضرت ہم آپ کے ساتھ جائیں گے ہمارے مجدد تو آپ ہیں۔

سبحان اللہ۔ مرشد کے ساتھ وابستگی ہو تو ایسی دعوت دی جارہی ہے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جو اپنے سلسلہ کے سرخیل بزرگ ہیں پیغام پہنچا رہے ہیں اپنے پیرو مرشد تو اس سب کے باوجود یہ کہنا کتنا عجیب ہے کہ حضرت! ہمارے مجدد تو آپ ہیں اسی لیے ان حضرات کو ایسی ایسی کیفیات ملتی تھیں کہ آج کا سالک کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ پاتا **"الا ماشاء اللہ"** حضرت خواجہ ابو سعید حزار رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان میں آباؤاجداد سے ایک خرقہ چلا آرہا تھا مشہور تھا کہ خاندان کے مشائخ نے اپنی توجہات کو اس میں شامل کیا ہوا ہے کئی مرتبہ اس خرقہ کی برکات ظہور میں آئیں حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے پیرو مرشد تھے جب اجازت وخلافت دی تو انہوں نے بھی ایک خرقہ عطا فرمایا یہ دونوں خرقے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے استعمال میں رہے جب آپ رحمۃ اللہ علیہ پر مرض موت کا غلبہ ہوا، تو آپ نے ایک خادم سے کہا کے خرقہ لا کر میرے اوپر ڈال دو تاکہ میں اس کے فیوضات سے مستفیض ہوں خادم نے پوچھا حضرت کون سا خرقہ حضرت نے فرمایا کہ مجھے اپنے آباؤاجداد کے خرقے کا بہت احترام ہے لیکن اس وقت میرے پیرو مرشد کا عطا کردہ خرقہ لاؤ میں آخری وقت میں اپنے پیرو مرشد کے انوارات میں مستغرق ہو کر مرنا چاہتا ہوں۔

ادب 27:- مرشد کا کلام دوسروں کے سامنے اس قدر بیان کرے جس قدر لوگ سمجھ سکیں جس بات کے بارے میں یہ گمان ہو کہ عام لوگوں کی سمجھ سے بالا ہے تو اسے ہرگز بیان نہ کرے کیوں کہ بعض باتیں صرف خواص کے لئے ہوتی ہیں۔

فائدہ:- سالک کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ مرشد کی صحبت میں سنی ہوئی معرفت کی باتیں ہر خاص وعام کو سناتا پھرے کچھ باتیں سمجھنے کے لیے استعداد کی ضرورت ہوتی ہے اگر استعداد نہ ہو تو ایسی باتیں فائدے کی بجائے نقصان دیتی ہیں حدیث پاک میں آیا ہے **"کلموا الناس علی قدر عقولھم"** (لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق بات کرو)

ادب 28:- اگر کوئی مرتبہ یا منصب عنایت ہو تو اللہ تعالی کی رضا کیلئے قبول کرے دل میں کوئی دنیوی خیال نہ آئے۔

فائدہ:- اگر مرشد کوئی منصب یا مرتبہ عطا کرے تو نعمت غیر مترقبہ سمجھتے ہوئے جان و دل سے قبول کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں قابلیت نہیں قبولیت شرط ہے۔ وہ چاہے تو خاک سے افلاک تک پہنچائے۔ کسی کی مجال ہے کہے "اھؤلاءمن اللہ علیھم من بیننا" حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کو رہزنوں کے گروہ سے چنا، ولیوں کا سردار بنا دیا۔ خالد رضی اللہ عنہ کو بت پرستی سے نکالا، اور سیف اللہ کا تاج پہنا دیا۔ وہ اگر مہربانی کی نظر ڈالے تو سب عیب ہنر ہیں۔ مٹھی بھر خاک قدموں کے نیچے آنے والی سے کہا "انی جاعل فی الارض خلیفۃ" لطف الٰہی کا جھونکا چلتا ہے تو مردود کو مقبول بنتے اور خاک کو کیمیا بنتے دیر نہیں لگتی۔ وہ چاہتا ہے تو کتے کو ولیوں کی صف میں بٹھا کر قرآن میں اس کے تذکرے کر دیتا ہے۔ اور "کلبھم باسط" کے الفاظ کہہ کر مرتبہ بڑھا دیتا ہے کبھی میخانہ رحمت جوش میں آتا ہے تو مطلوب خود طالب کو کھینچتا ہے پھر محروم رہنے کا کیا سوال۔ پھر تو مٹی بھی سونا بن جاتی ہے رہی بات یہ کہ سالک سوچے میں اس قابل نہیں، قابل تو مرتے وقت تک نہیں ہوں گے۔ جس نے سوچا میں اب اس قابل ہو گیا ہوں یہی اسکی ناقابلیت کی دلیل ہے۔

ادب 29:- اپنے شیخ کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے شخص کی طرف بغرض بیعت رجوع نہ کرے تاکہ سعادت مندی کی دولت سے مالا مال ہو۔

فائدہ:- سالک کو اپنے مرشد کے علاوہ دوسرے مشائخ سے استفادہ کرنے کی درج ذیل صورتیں پیش آسکتی ہیں۔

1) بیعت کا تعلق ایک شخص سے تھا مگر روزگار یا تعلیم کے سلسلہ میں کسی دوسرے ملک جانا پڑا۔ وہاں کا ماحول انتہائی خراب، شیخ سے رابطہ مشکل مگر اپنے ہی سلسلہ کے کسی مقامی بزرگ کی صحبت میسر ہے تو ایسی صورت میں اپنے مرشد کی اجازت سے اس مقامی بزرگ کو پیر بنا لے۔ پہلے والے شیخ پیر طریقت ہوں گے۔ دوسرے پیر تعلیم، ایک وقت میں دو شیوخ سے تعلق کتب میں منقول ہے۔

2) مرشد سے بیعت کا تعلق تو بہت عرصے رہا مگر فائدہ نہیں ہوا تو ان کا ادب و احترام دل میں رکھتے ہوئے ان کی اجازت سے کسی دوسری جگہ بیعت کر لے، مقصود تو اصلاح ہے۔

3) اپنے شیخ کے اکابرین میں سے کوئی بزرگ بقید حیات ہوں اور دل ان سے بیعت برکت کے لئے آمادہ ہو۔ تو شیخ کی اجازت سے بیعت برکت کر سکتا ہے۔ حضرت خواجہ محمد عبد المالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کو اسباق طے کروائے اور مزید توجہات کے لیے اپنے پیر خانے مسکین پور شریف بھیجا۔ حضرت سید فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی دن توجہات دیں پھر اجازت و خلافت دی اور بیعت کیا یہ بیعت ثانی اپنے پیر و مرشد کی رضا و خوشنودی سے ہوئی۔

ادب 30:- جب مرشد اس دار فانی سے رحلت فرما جائے۔ تو اس کے لیے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کرے تاکہ تعلق روحانی باقی رہے۔

فائدہ:- سالک کا انگ انگ اسی ہستی کے احسانات میں ڈوبا ہوتا ہے جو وصول الی اللہ کا ذریعہ بنے۔ اگر وہ وفات پا جائے تو ایصال ثواب کو یوں سمجھیں جیسے روزانہ تحفہ بھیج رہے ہوں۔ قرآن مجید پڑھ کر، نوافل پڑھ کر، صدقہ و خیرات کر کے، ذکر و مراقبہ کر کے، درود پاک و استغفار کر کے، تسبیحات پڑھ کر، نفلی روزہ رکھ کے، مساجد مدارس بنوا کر اپنے مرشد کو ثواب پہنچایا جا سکتا ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ فرض اور واجب کے علاوہ ہر نفل عبادت کا ثواب پہنچایا جا سکتا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص کسی کی طرف سے حج کرے تو یہ ان کے لئے حج کا بدل ہو سکتا ہے ان کی روح کو آسمان میں خوشخبری دی جاتی ہے اور یہ کسی کی طرف سے حج کرنے والا شخص اللہ کے نزدیک تابع فرمان شمار ہوتا ہے۔

رابطہ شیخ

قرآن کریم

"یایھا الذین امنو اتقواللہ وابتغوا الیہ الوسیلہ وجاھدوافی سبیلہ لعلکم تفلحون "

(اے ایمان والوں اللہ سے ڈرتے رہو اور اس (کے حضور) تک (تقرب اور رسائی) کا وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔ **(المائدہ: 35)**

"اولٓئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب الی اللہ"

(وہ لوگ جنہیں مشرک پکارا کرتے ہیں وہ خود ڈھونڈتے ہیں اپنے رب کی طرف سے وسیلہ کے کون سا بندہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہے۔ (بنی اسرائیل:75)

"وتبتل لیہ تبتیلاً" (یعنی سب کچھ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سے لو لگا لینا) (المزمل:8)

"یایھاالذین امنو اتقواللہ وکونو امع الصدقین"

(اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور اہل صدق (کی معیت) میں شامل رہو) **(التوبہ: 119)**

"اھدناالصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم"

(ہمیں سیدھا راستہ دکھا ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا)(الفاتحہ)

"والذین جا ھدوافینا والنھدینھم سبلنا"

(وہ لوگ جنہوں نے ہمارے معاملے میں مجاہدہ کیا تو انہیں ہم اپنی راہیں ضرور دکھادیں گے)

(العنکبوت 69)

"یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم"

(جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے، مگر وہ شخص جو لے آیا اللہ تعالیٰ کے حضور قلب سلیم)(الشعراء:77)

"وما خلقت الجن ولانس الالیعبدون"

(ہم نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر اس لیے کہ وہ عبادت کریں یعنی عرفان حاصل کریں)

احادیث مبارکہ

"ان اللہ اذا تجلّی لشئیءِخشع لہ"

(جب اللہ تعالیٰ اپنی تجلّی کسی چیز پر ڈالتا ہے تو وہ شے اللہ کے آگے عاجزی اور خشوع کرنے لگتی ہے۔)1

"کل تقی ونقی فھوا آلی"(یعنی ہر متقی اور پاکیزہ میری (روحانی) اولاد میں ہے)2

"الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہِ"(شیخ اپنی قوم میں ایسے ہوتا ہے جیسا کہ ایک نبی اپنی قوم میں ہوتا ہے)۔3

"قال:یکون خلفاء بعضھم علی اتر بعض فمن استقام منھم فقوا لھم بیعتھم"

(حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:(میرے) خلفاء ہوں گے اور پھر ان کے خلفاء ہوں گے۔ سو جسے تم سیدھے راستہ پر پاؤ اس کے ساتھ بیعت نبھاؤ)4

"فقال بایعت بھا تین نبی اللہﷺفقمنا الیھا فقبلناھا"

(حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: میں نے ان ہاتھوں سے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیعت کی ہے۔ ہم لوگ ان کے احترام میں کھڑے ہو گئے اور ہم نے ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیا)5

"وجعل یضعھا مرةًعلی صدرہ ومرة علی فوادہ ومرةعلی وجھہ ومرة علی فیہ"

(ابوالاسود نے حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دایاں ہاتھ پکڑا اور اسے (بطور تبرک) اپنی آنکھوں اور چہرے پر پھیرا کیوں کے حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ہاتھ سے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دست اقدس پر بیعت کی تھی)6

"من اذل لی ولیا فقد استحل محاربتی"

(جس نے میرے کسی ولی کی توہین کی تو اس نے میرے ساتھ جنگ کو حلال جانا)7

1 سنن ابن ماجہ محمد بن یزید القزوینی متوفی 275ھ حدیث 1263 جلد 1 صفحہ 401 دار الفکر بیروت۔

2 المعجم الصغیر سلیمان بن احمد الطبرانی، متوفی 360ھ، حدیث 318، جلد 1، صفحہ 199، مکتبۃ الاسلامی بیروت۔

3 کشف الخفاء، امام الجراحی، متوفی 1162، حدیث نمبر 2449، جلد 2، صفحہ 318، مؤسستہ الرسالہ، بیروت۔

4 مسند ابن راھویہ، اسحٰق بن ابراہیم راھویہ، متوفی 238ھ، حدیث 223، جلد 1 صفحہ 257، مکتبۃ الایمان، المدینہ منورہ۔

5 صحیح بخاری، امام محمد بن اسماعیل البخاری، متوفی 252ھ، حدیث 973، جلد 1 صفحہ 338، دار الفکر، بیروت۔

6 مسند احمد بن حنبل، امام احمد بن حنبل متوفی 142ھ، حدیث 16059، جلد 3 صفحہ 491، دار الفکر، بیروت

7 مسند احمد بن حنبل۔ حدیث 26236، جلد 2، صفحہ 256۔

رابطہ الشیخ علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کی نظر میں

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ — غالب و کار آفریں کارکشا، کارساز
خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات — ہر دو جہاں سے غنی، اس کا دل بے نیاز

(ب ج:389)

جہان تازہ کی افکار تازہ سے ہے نمود — کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا
خودی میں ڈوبنے والوں کی عزم و ہمت نے — اس آبجو سے کیے بحر بے کراں پیدا
وہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے — جو ہر نفس سے کرے عمر جاوداں پیدا
خودی کی موت سے مشرق کی سرزمینوں میں — ہوا نہ کوئی خدائی کا رازداں پیدا
ہوائے دشت سے بوئے رفاقت آتی ہے — عجب نہیں کہ ہوں میرے ہم عناں پیدا

(ض ک:562،23)

شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام — میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب
لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب — گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود — فقر جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب

(ب ج:405)

یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے — جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا — سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو — عجب چیز ہے لذت آشنائی

(ب ج:397)

درج ذیل تحریر کے مطالعہ سے معلوم ہو گا کہ طریقت میں ابتدا کرنے والوں کے لئے شیخ کے ساتھ رابطہ قائم رکھنا ضروریاتِ طریقت میں سے کیوں ہے۔ لہٰذا رابطہ شیخ پر اولیائے طریقت رحمتہ اللہ علیہ کے چند اقوال اور ان کے اپنے احوال یہاں شامل کئے جا رہے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طریقہء نقشبندیہ کا دارومدار شیخ مقتدیٰ کی صحبت اور رابطہء محبت پر ہے۔ کشودگی کار اور ترقی اسی سے متعلق ہے۔ اس راہ غیب الغیب میں مرشد کامل کی دستگیری کے بغیر راہ سلوک طے کرنا بہت مشکل امر ہے۔ اہل اللہ تعالیٰ ہمہ وقت شیخ سے رابطہ رکھتے ہیں۔

اےخنک آنمرد کز خودرستہ شد　　　　دروجودزندہ پیوستہ شد

(ٹھنڈا رہے وہ مرد جو خود سے چھوٹ گیا اور کسی کے زندہ وجود کے ساتھ پیوست ہو گیا)

وائے آں زندہ کہ بامردہ نشست　　　　مردہ گشت وزندگی ازوے بجیست

(افسوس اس زندہ پر جو مردے کے ساتھ بیٹھ گیا۔ سمجھو ایسا شخص تو مر گیا اور زندگی اس سے بھاگ گئی)

(1536:1)

مکتوب نمبر، 360 حصہ چہارم دفتر اول میں حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے صفحہ (226) پر فرمایا ہے کہ شیخ کی طرف توجہ کرنا ہی ہدایت کا ذریعہ اور وسیلہ ہے اس مکتوب کی آسان توضیح راقم الحروف کی کتاب "بیعت کی تشکیل وتربیت" میں صفحہ 14 پر تحریر کر دی گئی ہے۔ فرماتے ہیں کے اگر کوئی عقیدت مند توجہ الی الشیخ میں کامل نہ ہو اور ذکر الٰہی سے بھی خالی ہو تو بھی فقط محبت ہی کے باعث رشد وہدایت کا نور اس کو پہنچ جاتا ہے اس کے برعکس جو لوگ ان بزرگوں سے عقیدت نہیں رکھتے وہ رشد وہدایت سے محروم رہتے ہیں۔

مکتوبات شریف اور "مبداء ومعاد" میں حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مرید کا کام پیر کے بغیر دشوار ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے قلیل مدت میں مشائخ کے ذریعے نسبت کی تکمیل فقراء سے فیوض وبرکات، اولیاء اللہ کے امراض قلبی کا علاج کرنے اور نسبت پر پوری قدرت رکھنے کے لیے بہت طویل تحریریں قلم بند فرمائی ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انہوں نے خود طریقت کی دنیا میں جو کچھ حاصل کیا ہے وہ اپنے پیر وصول الی اللہ میں رہنماؤں کے توسط سے ہی حاصل کیا ہے۔

حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ تصور شیخ نہ صرف جائز بلکہ اور مستحسن ہے بلکہ اس کے بغیر طالبان حق تصوف کی راہ پر ایک قدم بھی نہیں چل سکتے۔ جو لوگ اس حقیقت سے انکار کرتے ہیں وہ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے اقوال کے مطابق اس راہ میں ابتدائی مقامات میں سے کسی ایک منزل پر بھی قدم نہیں رکھ سکتے لہٰذا ان کا قول کے تصور شیخ شرک ہے انکی بے علمی پر واضح دلیل ہے۔

حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے قول کے مطابق جو لوگ اپنے شیخ سے عقیدت رکھتے ہیں ان کو اپنے شیخ کے فیوض بھی پہنچتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جو کمالات ان کے شیخ میں موجود ہوں مرید اپنی محبت اور لگاؤ کی وجہ سے اپنے اندر جذب کر لیتا ہے اور کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ موافقت کے باعث دونوں میں اس قدر مماثلت ہو جاتی ہے کے عوام کے لئے شیخ اور مرید میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور محبت کی اس منزل میں " **من تو شدم تو من شدی** " کا مقام مرید کو اسی محبت کے باعث میسر ہو جاتا ہے۔ جسے ایک جان دو قالب بھی کہا جاتا ہے۔ راہ ارادت میں ارواح طیبہ (یعنی اپنے سلسلہ کے بزرگوں) سے ہمت اور استقامت طلب کرنا ایک سالک کے لیے بہت ضروری امر ہے لہٰذا اس امر کے متعلق معلومات حاصل کرنا بھی ضروری ہے تا کہ ہر سالک اپنے بزرگوں سے مکمل اعانت حاصل کر سکے۔ حضرت باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک حق تعالیٰ بندہ پر صفت ارادہ سے تجلی نہیں فرماتا اس وقت تک وہ بندہ اہل اللہ کا راستہ اختیار نہیں کرتا اور کسی کا مرید نہیں ہوتا۔ راقم الحروف کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ارادہ انسان کے اپنے ارادے سے منسلک ہوتی ہے یعنی اگر اس کا ارادہ اللہ تعالیٰ کی طرف آنے پر ایک بالشت کی مانند آمادہ ہو تو اللہ تعالیٰ ایک گز اس کی طرف مائل ہوتا ہے۔ جیسا کہ علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:-

ہم ہیں ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں　　　　راہ دکھلائیں کسے راہرو منزل ہی نہیں

(ب د:200)

اولیاء اللہ کے وسائل رسائل میں بھی یہ بات موجود ہے کہ سالک کی ارادت اگر ابتداء سے ہی حق تعالیٰ کے ساتھ منسلک ہو تو یہ بہت بڑی بات ہے۔ اس کے بعد اپنے بزرگوں کی ارواح طیبہ سے ہمت اور استقامت طلب کرے کیوں کہ اس کے بغیر انسان خواہ فرشتہ بھی ہو محروم رہتا ہے۔

بے عنایات حق وخاصان حق　　　　گرملک باشد سیہ، ہستش ورق

(1879:1)

- توجہ و تصرف شیخ
- قرآن مجید سے القاء اور تصرف باطنی کی چند مثالیں
- حدیث فعلی میں توجہ اور تصرف کی مثالیں
- حدیث سے ابن ابی کعب رضی اللہ تعالی عنہ
- توجہ شیخ

قرآن مجید سے القاء اور تصرف باطنی کی چند مثالیں

قال اللہ تعالےاذکنتم اعداءفالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا"(آل عمران)
وقولہ تعالیٰ ادیرحی ربک الی المکلئکۃ انی معکم فثبتوا الذین اٰمنوا۔

"جب تم دشمن تھے پس اللہ تعالی نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی سو تم خدا کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے"

"اس وقت کو یاد کرو جب کہ آپ کا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں سو تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ"

ایمان والوں کی ہمت بڑھانے اور انہیں ثابت قدم رکھنے کی صورت کیا ہے جس پر فرشتوں کو مقرر کیا گیا؟ یہی کہ ان کے دلوں میں ایسی قوت کا القاء کریں کہ ان کے دل قوی ہو جائیں اور کفار کا مقابلہ پوری دلجمعی سے کریں۔

حدیث فعلی میں توجہ اور تصرف کی مثال

حضور اکرم ﷺ جب حرا میں تھے تو حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور تین بار فرمایا **"اقراء"** دو دفعہ حضور ﷺ نے جواب دیا **"ماانا بقاریؒ"** مگر تیسری بار جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سینے سے لگا کر چھوڑا تو حضور ﷺ نے پڑھنا شروع کر دیا۔ بخاری کی اس حدیث کی شرح میں عارف کامل، محدث اجل عبد اللہ بن ابی جمرہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"قال رسول اللہ ﷺفغطنی........"

"اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دبانے والے کا اتصال اس کے جسم سے ہوا جسے بھینچا گیا جو ایک طریقہ حصول فیض کا ہے تو اس جسم کے اتصال سے باطن میں ایک قوت نورانیہ پیدا ہو جاتی ہے اور اس قوت سے دوسرا شخص اس بوجھ کو اٹھانے کے قابل ہو جاتا ہے چنانچہ جب جسم جبرائیلؑ نے سلام حضور ﷺ کی ذات اقدس سے متصل ہوا تو اس میں وہ کیفیت نورانیہ پیدا کر دی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے مزید یہ کہ فرشتہ کی آواز سنی جو اس سے پہلے نہ سنی تھی اور اہلمیراث متبعین سنت محققین صوفیہ نے یہی طریقہ حاصل کیا ہے"

فائدہ:- ہمارے سلسلہ میں اس حدیث فعلی کی روشنی میں سالک پر ابتدا میں تین بار توجہ کی جاتی ہے اور یہی طریقہ ہمارے ہاں متوارث چلا آتا ہے۔

حدیث ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

مشکوۃ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ کا واقعہ ان کی زبانی مذکور ہے

"فسقط فی نفسی من التکذیب ولا اذکنت......"

"ابی ابن کعب رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام کی تکذیب زمانہ جاہیت سے بھی زیادہ میرے دل میں واقع ہو گئی جب رسول اکرم ﷺ نے مجھے دیکھا تو میرے سینے پر ہاتھ مارا تو میں پسینہ پسینہ ہو گیا۔ حالت یہ ہو گئی کہ گویا میں اپنے رب کو دیکھ رہا ہوں۔ صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے دست مبارک کی برکت سے غفلت زائل ہو گئی اور فوراً ہی مقام حضور و مشاہدہ حاصل ہو گیا۔

فائدہ

1:- توجہ کی غرض غفلت کو دور کرنا اور نور ایمان کو تیز کرنا ہوتا ہے

2۔ ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ سے معلوم ہوا کہ توجہ سے انکشاف ہو جاتا ہے۔

3- مجاہدات اور ریاضت کے ذریعے سالہا سال اتنا فائدہ نہیں ہوتا جو شیخ کی تھوڑی سی توجہ سے حاصل ہو جاتا ہے۔

4- شیخ کی توجہ کے بغیر محض مجاہدات سے منازل سلوک طے نہیں ہو سکتے کیونکہ سلوک اور تصوف القائی اور انعکاسی عمل ہے۔

5- توجہ کے لئے قلب میں قبولیت کی استعداد ہونا ضروری ہے اس لیے اس اعتراض کی گنجائش نہیں کہ ابو طالب پر رسول اکرم ﷺ نے تصرف کیوں نہ کیا؟

توجہ شیخ

تصوف و سلوک کی خصوصیت منازل سلوک اور مقامات سلوک طے کرنا ہے جیسا کہ شامی 239:4 پر ہے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ شیخ کامل کی توجہ ہے اور اس کی اصل حدیث میں موجود ہے۔

چنانچہ فتح الباری شرح بخاری 89:1

"وقال هذا القدرمن الحديث اصل عظيم............."

فرمایا یہ حدیث (جبرئیل علیہ السلام یا حدیث احسان) اصول دین میں عظیم اصل اور قواعد مسلمین میں سے ایک اہم قاعدہ ہے۔ اور یہ حدیث صدیقین کی معتمد علیہ اور سالکوں کی مطلوبہ چیز ہے اور عارفوں کا خزانہ اور صلحاء کے آداب میں سے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علماء محققین نے صلحاء کی مجالس کی ترغیب دلائی ہے تا کہ ان اولیاء اللہ و صلحاء کی مجلس عیوب و نقائص پیدا ہونے میں رکاوٹ بن جائے جسکی وجہ ان صلحاء کا احترام ان سے حیا کرنا ہو گا۔

اور تحفۃ القاری 21:1 پر صوفیاء کا واضح ثبوت بیان ہوا ہے۔

"فاحدنی وعطنی ای ضمنی و عصرنی.........."

پس جبرائیل علیہ السلام نے مجھے پکڑا اور سینے سے لگایا اور بھینچا۔ علماء ظواہر کہتے ہیں کہ یہ بھینچنا دل کو متوجہ کرنے کے لئے ایک قسم کی تنبیہ تھی کہ جو چیز قلب پر القاء ہوا سے قبول کر لے۔ اور علماء طریقت کہتے ہیں کہ یہ سینے سے لگانا حصول فیض کے لیے باطنی توجہ تھی اور بشریت پر ملکیت کو غالب کرنا مقصود تھا۔ پہلی مرتبہ بھینچنے سے دل کو دنیا سے خالی کرنا تھا دوسری مرتبہ وحی کے لئے دل کو فارغ کرنا تھا اور تیسری مرتبہ تھا انس پیدا کرنے کے لیے تھا۔ اسی طرح تصرف باطنی قرآن و سنت سے ثابت ہے اور اسی پر صوفیائے کرام کا عمل ہے اللہ تعالی نے فرمایا کہ جب تیرے رب نے فرشتوں کی طرف وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور ایمانداروں کو ثابت قدم رکھو یعنی القاء اور توجہ باطنی سے ثابت قدم رکھو۔ ہمارے سلسلہ نقشبندیہ میں اسی حدیث کے مطابق مبتدی سالک کو تین مرتبہ توجہ دی جاتی ہے پہلی توجہ سے مقصد روحانی شکل کی درستی ہوتی ہے۔ دوسری دفعہ رفع نحوست کے لیے اور تیسری بار تنویر قلب کے لئے۔ اسی سے سالک مقامات و منازل سلوک طے کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی لیے توجہ شیخ کامل کے بغیر یہ منازل طے نہیں ہو سکتے۔

چنانچہ بخاری 241:1 پر حدیث موجود ہے:

"عن یعلی فانزل اللہ تعالیٰ علی النبیﷺ فستر بثوب فقلت لعمرو........"

پس اللہ تعالی نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر وحی نازل کی اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کپڑا لپیٹ لیا۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اس حالت میں دیکھوں جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر وحی نازل ہو رہی ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا ادھر آ۔ کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اس حالت میں دیکھے کہ اللہ تعالی ان پر وحی نازل کر رہا ہو؟ میں نے کہا ہاں اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے کپڑے کی ایک جانب کو اٹھایا۔ پس میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم غطیط حالت میں تھے۔ اور میرا خیال ہے نوجوان اونٹ کی غطیط کی سی کیفیت تھی۔

غطیط کے معنی حبس دم ہے۔ معلوم ہوا کہ وحی کی حالت میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر حبس دم کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ حبس دم سے ذکر کرنے اور چادر لپیٹ کر ذکر کرنے کی اصل اس حدیث میں موجود ہے۔ صوفیہ کرام کے پاس انفاس کے طریقے یا حبس دم سے جو ذکر کراتے ہیں اسکی اصل بھی اسی حدیث میں موجود ہے۔ صوفیہ جو مراقبہ کراتے ہیں جس کا مطلب فیوض الٰہی کا انتظار ہے وہی کیفیت ہے جو نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اس وقت ہوتی تھی جب نزول وحی کے وقت احکام الٰہی کا انتظار ہو رہا ہوتا تھا۔ اسی حدیث سے مراقبہ کی اصل بھی ثابت ہوتی ہے۔

رابطہ توجہ الی اللہ کا طریق

روحانیت پوری کی پوری توجہ الی اللہ کا نام ہے اور جس کو اللہ تعالی کی طرف توجہ مطلوب ہو وہ مراقبہ یا ربط تام کے ذریعے مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ رابطے کا اول زینہ توجہ الی الشیخ ہے اور اس کے بعد توجہ الی اللہ کا مقام بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ حقیقتاً توجہ الی الشیخ کی کو توجہ الی اللہ کا زینہ کہا جاسکتا ہے کیونکہ اس کی غرض وغایت توجہ الی اللہ ہی ہوتا ہے چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ مراقبہ، حضور قلب، تصور شیخ اور خشوع وخضوع سے مقصود توجہ الی اللہ کے سوا اور کچھ نہیں۔ درج ذیل عبارت میں توجہ الی اللہ کی کچھ وضاحت پیش کی جارہی ہے۔

خدا کا مخلوق سے رابطہ نا قابل فہم ہوتے ہوئے بھی حقیقی ہے

انسان عقل جزوی ہوتے ہوئے محض مادی اور مکانی روابط کو ہی جانتا اور مانتا ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ خدا جو زمان و مکان سے ماوراء ہے اس کا تعلق اس زمانی اور مکانی کائنات سے کیسے ممکن ہے۔ ایسے خیالات کے حامل کچھ لوگ تو خدا کے بھی منکر ہو جاتے ہیں۔ مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسے منکرین کو سوچنا چاہیے کہ انسان کی جان اور نفس کا بدن سے پیوستہ ہونا کیسے ممکن ہوا جبکہ دونوں میں مماثلت نہیں۔ جسم مکانی ہیں اور روح و نفس مکانی نہیں، یہ دونوں چیزیں ایسے ملحق ہیں جیسے گلاب میں خوشبو مستور ہوتی ہے۔ اسی طرح آنکھ مادی ہے مگر بصارت تو مادی نہیں لیکن دونوں کا تعلق ایک امر واقعہ ہے۔ مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا جو روح الارواح اور جان کی بھی جان ہے مخلوقات سے اس کا رابطہ نا زمانی ہے نہ مکانی اور نہ حسی مگر بہت گہرا رابطہ ہے، جو حلول، اتحاد، صانع اور مصنوع کے خارجی تعلق سے سمجھ میں نہیں آسکتا۔ انسان کی جان جزوی، جب خدا کی جانِ کلی سے متاثر ہوتی ہے تو اسے عقل کا جوہر ہاتھ آتا ہے کیونکہ جو زیادہ خدا کے قریب ہو گا اس کی عقل میں اسی قدر اضافہ ہو گا اگر انسان اسی طرح اللہ تعالی سے رابطہ قائم کر لے تو وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح روح اللہ تو نہ سہی مگر اس نوعیت کا دم عیسیٰ حاصل کر سکتا ہے حافظ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید　　　دیگراں ھم بہ کنند آنچہ مسیحا می کرد

(اگر روح القدس کا فیض بھی مدد کر دے تو دوسرے بھی وہی کریں جو مسیحا کرتا تھا۔)

اے بساکس راکہ صورت راہ ذد　　　قصد صورت کردو براللہ ذد

(اکثر یوں ہوتا ہے کوئی صورت سے راہ پالیتا ہے، اسی طرح کوئی صورت کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تک پہنچ جاتا ہے)

(1178:2)

مولانا رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محسوسات میں گرفتار صورت پرست نے خدا کی ذات وصفات پر بھی حملے شروع کر دیئے ہیں۔ یوں ہی عشق مجازی والا عشق حقیقی تک بھی پہنچ جاتا ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ انسان میں مسیحائی دم کا پیدا ہونا خاص احوال میں ممکن ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ شخص وہی مسیح ہے جو کسی وقت اس زمین پر چلتے پھرتے تھے بلکہ مسیح کہنے سے مراد وہ روح ہے جو کیف وکم سے آزاد ہو کر اللہ تعالی سے ربط پیدا کر کے روحانی علم میں الوہیت سے فیضیاب ہوتی ہے، اس قسم کی خدارسیدہ روح سے ایک جہاں فیض حاصل کرتا ہے مولانا رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

پس زجانِ جاں چو حامل گشت جاں　　　از چندیں جانے شود حامل جہاں

(چنانچہ جب اللہ تعالی کی روح سے انسان کی روح متحمل ہوگئی تو ایسی روح سے پورا عالم فیض لینے والا بن جاتا ہے)

(1176:2)

انسان کا دل ایک بحر بے کراں سے ملا ہوا ہے

مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ مثنوی میں فرماتے ہیں کہ انسان کا دل ایک حوض کی طرح ہے جو باطنی طور پر ایک بے پایاں دریا(یعنی اللہ تعالی) سے ملا ہوا ہے۔ اگر یہ حوض اس دریا سے ملا رہے تو انسان کے علم و عمل کی محدود قوتیں اس دریائے بے کراں کا بے پایاں فیضان او عرفان حاصل کر لیتی ہیں۔ اگر یہی محدود حوض کا تعلق لا محدود دریا سے منقطع ہو جائے تو حوض کا پانی یا تو کچھ دیر بعد بدبودار ہو جائے گا یا پھر خشک ہو کر اڑ جائے گا۔ شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ ہے فرماتے ہیں کہ اگر پہاڑ پر بارش نہ ہو تو دریائے دجلہ جیسا عظیم دریا بھی خشک ندی ہو جائے۔ اس کلام سے مراد یہ ہے کہ اگر مرید اپنے شیخ سے رابطہ قائم کئے رہتا ہے تو اس کے عرفان اور روحانی استعداد میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔ علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا

ع پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ (ب د 249)

اہل فلسفہ اور حکماء مادیت سے باہر قدم نہیں رکھتے اور محسوسات کے علاوہ علم کا منبع کہیں اور تلاش نہیں کرتے۔ لیکن صوفیاء سب اس بات پر متفق ہیں کہ حقیقت کا منبع انسان کے اندر ہے، باہر نہیں جیساکے قرآن فرماتا ہے

"وفی انفسکم افلا تبصرون"(اور تمہارے وجود میں بھی (نشانیاں ہیں) کیا تمہیں نظر نہیں آتیں؟)(الذریات:21)۔ مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو علم محسوسات سے حاصل ہوتا ہے اگر وہ محسوسات اور ان سے اخذ کردہ معقولات (علوم، حکمت، فلسفہ، منطق) سے آگے نہ بڑھ سکے تو وہ محض ظنی علم رہ جاتے ہیں۔ محدود فکر و اندیشہ جو اکثر اوقات ذاتی اغراض سے ملوث ہوتا ہے ایک پرنالے کے پانی کی طرح محدود ہے جو اپنے اندر غلاظت کی آمیزش رکھتا ہے جبکہ حقیقت کا آب حیات تو عثمانی اور نورانی بارش کی طرح پاکیزہ اور حلال سے غلاظت سے منزہ ہوتا ہے۔ ایسے پاکیزہ آب حیات سے صداقتوں کے گلزار تروتازہ ہو جاتے ہیں۔

توجہء شیخ سے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں

فیض رساں ہستیوں سے سالک کو دیگر فیوضات کے علاوہ ایک یہ بات بھی میسر آجاتی ہے کہ وہ سالک کے دلوں کو مختلف انواع کے خطرات سے محفوظ کر دیتے ہیں (خاطرہ وہ خطاب ہے جو غیب سے سالک کے ضمیر پر وارد ہو) خطرات کی کئی ایک اقسام ہوتی ہیں مثلاً خطرہ نفس، خطرہ شیطان، خطرہ ملک وغیرہ۔ بعض خطرات سے دل پلید ہو جاتے ہیں ان سے سالک کو بچنا چاہیے اس کے زائل ہونے کی ترکیب یہ ہے کہ اولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت حاصل کی جائے اور ذکر الہی میں مشغول رہا جائے شیطانی خطرات ٹل جاتے ہیں۔ اپنے شیخ کا تصور کرنے سے بھی خطرات ٹل جاتے ہیں دعا مانگتے رہنے سے کبھی خطرات دفع ہو جاتے ہیں۔ ایسے خطرات ایمان والوں کو ہی درپیش آتے ہیں کیونکہ جن جس کے پاس ایمان کی دولت نہ ہو وہاں چور (خطرہ) کیسے آسکتا ہے۔ فنافی الشیخ کا معاملہ اگر ذہن نشین کرنا مطلوب ہو تو اس کے لئے مقام فنا کے فلسفے کو سمجھنا ضروری ہے۔ مقام فنا کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص اگر آفتاب الہٰی کے سامنے گیا تو وہ اس طرح محو (گم) ہو جاتا ہے جیسے آفتاب کے سامنے کسی چیز کا سایہ گم ہو جاتا ہے اور جب وہ سورج کی اوٹ میں چلا جائے تو اس کا سایہ پھر وجود پکڑ لیتا ہے۔ اس طرح بندہ کئی بار مقام فنا میں جا کر معدوم ہوتا ہے اور پھر موجود ہو جاتا ہے۔ چنانچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب صوفی شیخ سے رابطہ قائم کرلے تو وہ شیخ کی ذات کے توسط سے اللہ تعالی کے قریب ہونے کے باعث محو ہو جاتا ہے اور اس حالت میں اس کے اپنے اوصاف گم ہو جاتے ہیں (عین اس طرح جس طرح کسی چیز کا سایہ سورج کے سامنے گم ہو جاتا ہے) اور جب وہ تصور شیخ سے الگ ہوا تو (سورج کی اوٹ میں آنے والی چیزوں کی طرح) سایہ پھر نمودار ہو جاتا ہے۔ راقم الحروف کا خیال ہے کہ دیگر سائنسی وجوہات کے علاوہ چونکہ حضور ﷺ ہمہ وقت قرب الہٰی سے منور تھے منور رہتے تھے اس لیے بھی ان کے جسم مبارک کا سایہ قطعاً موجود نہ تھا۔

اگر کوئی مرید فنافی الشیخ کا درجہ رکھتا ہے تو اس سے بہت جلد فائدہ ہوتا ہے اور مرید جلد واصل باللہ ہو جاتا ہے کیونکہ پیشوا کے تصور سے کمالات اور تجلیات جو پیشوا پر بالاصالہ (اصلی، نسبتی، حقیقی) وارد ہوتی ہیں وہ شیخ سے محبت کے باعث بالتبع مرید پر وارد ہونے لگتی ہیں اور پیشوا کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس کی بھی ترقّی ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ تصور کو یہاں تک پکانا چاہیے کہ مرید کی تمام حرکات و سکنات، نشست و برخواست غرض یہ کہ مرید کے ہر فعل میں پیشوا کی ادائیں آجائیں اور آخر کار اس کی صورت پیشوا کی صورت کے مشابہ ہو جائے۔ اس طرح کرنے سے اس کی آئندہ منزلیں بھی آسان ہو جاتی ہیں۔ حضرت توکل شاہ رحمتہ اللہ علیہ صاحب فرماتے ہیں کہ مرشد مریدوں کی طرف توجہ کریں تو

کبھی مرید کو اس کا علم ہوتا ہے کبھی نہیں ہوتا۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ خواب یا بیداری میں کوئی مرشد کسی مرید کی طرف توجہ کرتا ہے یا مدد کرتا ہے تو اسکا علم کبھی مرشد کو ہوتا ہے اور کبھی نہیں بھی ہوتا، کیوں کہ ایسی حالت میں جب مرشد کو علم نہ ہو اس وقت اس کی روح وہ کام انجام دیتی ہے جو مرشد کے ارادے میں آجائے۔ اس حالت میں مرشد کا لطیفہ خود مرشد کی صورت اختیار کر کے مرید کے لطائف کو توجہ یا ہدایت کر دیتا ہے اور مرشد کو علم بھی نہیں ہوتا۔ ارواح سے افاضہ اور استفادہ یقیناً جاری ہے۔ حضرت توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز فقیر مراقبہ میں مشغول تھا تو یہ دیکھا کہ ایک شخص کی روح، جو سینکڑوں میلوں کے فاصلے پر تھی فقیر سے اس قدر فیض لے رہی تھی کہ فقیر تقریباً خالی ہو اجا رہا تھا مگر فیض الٰہی لامتناہی ہوتا ہے اس سے خدا کا بندہ خالی نہیں ہوتا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ شخص آپ ہی کا مرید تھا فرماتے ہیں کہ سالک جس شغل یا ذکر کی کثرت اپنے زندگی میں کرتا ہے انتقال کے بعد بھی وہ جاری رہتا ہے۔

حضرت توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ کثرت سے درود شریف پڑھنے والے شخص کے فیض کو کوئی فقیر سلب نہیں کر سکتا۔ اگر کسی کا فیض سلب ہو جائے تو سالک کو چاہئے کہ اپنے قلب کو اپنے پیشوا کے قلب کے نیچے رکھے اور رسول اللہ ﷺ کے قلب سے آپ ﷺ کا فیض بتوسط مرشد حاصل کرے اس طریقے سے فیض واپس آجائے گا اگر سالک چاہے کہ وہ اپنا وہی فیض واپس لے تو اپنے قلب کے پیچھے اپنے مرشد کا قلب اور اس کے پیچھے رسول اللہ ﷺ کا قلب تصور کرتے ہوئے درود شریف پڑھے اور کشش کرے ایسا کرنے سے وہی فیض بعینہ واپس آجائے گا فرماتے ہیں کہ جو شخص فیض دیتے دیتے فوت ہوا تو اسکی قبر سے اس کے مرنے کے بعد بھی فیض ملتا رہے گا اور جو شخص فیض لیتا لیتا مرے اور اس کے مرنے کے بعد اگر اس کی قبر پر کوئی شخص جائے تو وہ اس سے بھی فیض لینا شروع کر دے گا۔

توجہ شیخ کس طرح اثر انداز ہوتی ہے

جب شیخ کسی طرف توجہ کرتا ہے تو ایموشنل انرجی (جذبات کی حساس توانائی) کی لہریں شیخ کے جسم سے خارج ہوتی ہیں اور مرید پر اثر انداز ہو کر اس میں ایسے تغیرات پیدا کر دیتی ہیں جن کو شیخ اپنے مرید پر وارد کرنا چاہتا ہے۔ ان لہروں سے مریدوں میں حیرت انگیز تبدیلیاں رونما ہو سکتی ہیں مسلمانوں کے علاوہ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی آجکل قوت ارادی سے بڑے بڑے کارنامے عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں اور ماڈرن سائنس ان لہروں سے فائدہ حاصل ہونے کا باقاعدہ اقرار کرتی ہے اگرچہ مسلمانوں کے کچھ لوگ تصرف شیوخ کا انکار کرتے ہیں۔

حضرت القدس (ص 163) میں ہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت بدیع الدین رحمہ اللہ علیہ کا ذہن ان کی اوائل عمری میں عشق مجازی کی طرف مائل تھا اور نماز و روزہ کی نصیحت ان پر اثر نہ کرتی تھی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے یہ فرمایا جاؤ وضو تازہ کر کے دو نفل ادا کرو پھر ان کو خلوت میں لے گئے اور ذکر قلبی کی تعلیم دی اور توجہ فرمائی جس کے باعث وہ ہوش و حواس کھو بیٹھے اور زمین پر لوٹنے لگے بہت دیر کے بعد جب ہوش آیا تو ان کی کیفیت بالکل بدل چکی تھی اور بالآخر وہ واردات مقامات اور درجات کمال و تکمیل سے مشرف ہوئے اور خلعت خلافت حاصل کر کے سہارنپور چلے گئے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا خلیفہ بدیع الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ برہانپور میں ایک بزرگ شیخ عیسیٰ جند اللہ نامی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت قاسم سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے تھے کے پاس آیا جایا کرتے تھے کچھ دنوں کے بعد جب میں ان کی روحانیت سے متاثر ہوا تو ایک دن میں نے ان سے بیعت کرنے کی درخواست کی تو انہوں نے مجھے ذکر کی تلقین شروع کر دی حضر بدیع الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی وقت یکایک میں نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے موجود دیکھا انہوں نے غضب ناک ہو کر میرے منہ پر ایک تھپڑ مارا اور اس کا نشان میرے چہرے پر ظاہر ہوا جو کچھ میں نے دیکھا وہ شیخ نے بھی دیکھا اور دہشت کے باعث وہ کانپنے لگے انہوں نے فرمایا جب تمہارے پیر اس قدر کامل ہیں تو پھر تم کیوں دوسری جگہ بیعت کرنے کا ارادہ کرتے ہو پھر فرمایا جاؤ اپنے پیر کے طریقے سے ذکر کرو اور اپنے ساتھ مجھے بھی کسی بلا میں شریک نہ کرو۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق قرآن میں ذکر آیا ہے کہ اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے تو شاید عزیز مصر کی بیوی کا قصد کرتے لیکن جب آپ علیہ سلام نے اپنے والد یعقوب علیہ السلام کی طرف سے بالتصرف اشارہ پایا (جس کے لیے قرآن میں **لولا ان رابرھان ربہ (یوسف:24)** کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں) تو آپ فوراً اس کمرے سے بھاگ نکلے۔ مشائخ کس طرح اپنے متعلقین پر اثر انداز ہوتے ہیں اس سلسلے میں کلام بہت طویل ہے لیکن ان چند مثالوں پر ہی اکتفا کیا جارہا ہے۔

توجہ اعتدال سے بڑھ جائے تو فقیر مجذوب ہو جاتا ہے

فقر میں قدم رکھنے والوں پر لازم ہے کہ جو کام کریں استقامت کے ساتھ کریں ایک استقامت سو کرامتوں سے بھی بڑھ کر ہے جب تک سالک واصل باللہ نہ ہو جائے اسے کسی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیے۔ اہل فقر پر صبر حرام ہے اور انہیں اپنے کام میں حرص کرنا فرض ہے۔ صبر اس لیے حرام ہے کہ سالک ایک جگہ یا ایک مقام پر نہ ٹھہرے اور ایک تجلی پر بھی نہ رکا رہے۔ خدا کے دیدار کی طمع اور حرص بڑھتی رہنی چاہیے۔ جس طرح دنیادار مال و دولت کے لئے سخت حریص ہوتے ہیں اسی طرح سالک کو ذکر، فکر، مراقبہ اور عبادت کے لیے حرص کو بڑھاتے رہنا چاہیے۔

توجہ میں تجلیات وارد ہوتی رہتی ہیں اور توجہ سے پیدا شدہ جذب اگر اعتدال پر ہو تو سالک پر صحو یا بسط کی کیفیت طاری ہوتی ہے اگر سالک پر تجلیات کا ورود زیادہ ہو جائے یا قبل از وقت ہو جائے جو سالک کے ظرف برداشت سے زیادہ ہو تو ایسا سالک مجذوب ہو جاتا ہے اور اگر جذب کم ہو تو قبض کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ مجذوب کا درجہ عموماً سالک اور اہل صحو سے بہت کم ہوتا ہے مجذوب خواہ کتنا بڑا ہی کیوں نہ ہو جائے ولایت صغریٰ میں ہی رہتا ہے اور کوشش کے باوجود ولایت کبریٰ تک نہیں پہنچ سکتا۔ صوفیہ کا خیال ہے کہ وہ مجذوب جو جان بوجھ کر مجذوب نہ بنا ہوا ہو اس کی توجہ بڑی تیزی سے اثر انداز ہوتی ہے۔ وہ ایک توجہ میں ہیں دوسرے کو اپنے مقام تک پہنچا دیتا ہے مگر خود سے زیادہ درجے پر نہیں پہنچا سکتا بعض مجذوب کسی ایسے شخص کو جس کی موت کا وقت آ چکا ہو اپنی زندگی قربان کر کے اس کی جان بچا لیتے ہیں (ایسا ہونا روایات میں ملتا ہے)۔

توجہ کی مختلف انواع

اولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہ اکثر اوقات استغراق اور بے خودی میں رہتے ہیں مگر انبیائے کرام علیہ السلام کو ایسی قدرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ متوجہ الی المخلوق ہو کر بھی کامل طور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ واصل رہتے ہیں جب کہ اولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے متوجہ ہوں تو مخلوق سے کٹ جاتے ہیں۔ بعض اولیا کرام رحمتہ اللہ علیہ کو ہمہ وقت اللہ تعالیٰ سے واصل رہنے کی طاقت حاصل ہوتی ہے اور اگر ایک لمحہ کے لیے بھی خدا سے غافل ہو جائیں تو خود کو مرتد سمجھتے ہیں اور کچھ اولیاء کبار ایسے بھی ہوتے ہیں جو عین دنیا کے ساتھ تعلق رکھنے کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتے کچھ اولیاء کرام رحمتہ اللہ علیہ ایسے بھی ہوتے ہیں جو بشریٰ لوازمات کو پورا کرنے کی حالت میں خدا سے غافل نہیں ہوتے مگر ایسے اولیاء شاذ و نادر ہی ہوا کرتے ہیں۔

جب اولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہ کا دل کثرت توجہ یا درود خوانی کے ذریعے کھل جائے تو اپنے دل سے انہیں خوشبو آتی ہے خانہ کعبہ میں تجلیات کا ورود ہوتا ہے اور حقیقتاً حقیقت کعبہ ہی مسجود الیہ ہے نہ کہ خانہ کعبہ کی دیواریں۔ رسول اللہ ﷺ کا کعبہ بھی یہی تجلیات تھیں کیوں کے کعبہ کے احاطہ کو سمت استقبال جس کی طرف منہ کیا جائے حاصل ہے اور یہ تجلیات اللہ تعالیٰ کی ذات کے انوار کے ہی تو پردے ہیں جس کی حقیقت کعبہ کہتے ہیں اور ان تجلیات پر حقیقت محمدیہ ﷺ عاشق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کو اوّل سے ہی اس کعبہ سے محبت تھی اور آپ ﷺ کی اس کی محبت کے موافق کعبہ کو قبلہ ہونے کا شرف ملا۔

فقہاء کا خیال ہے کہ وہ خاک مبارک جو حضور ﷺ کے جسد مبارک کے ساتھ ملحق ہے وہ عرش اعظم سے بھی بزرگ تر ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ مرقد مبارک کی خاک پاک کو حضور ﷺ کی صحبت بابرکت سے وہ تجلیات حاصل ہیں جس میں حیات و معرفت کے انوار موجود ہیں اور اس خاک پاک میں بھی وہ حیات و معرفت آ گئی جو عرش معلیٰ کو بھی حاصل نہیں۔ اس معرفت والی حیات کے حصول کی ایک اور مثال ستون حنانہ میں بھی موجود ہے کیونکہ اس نے حضور ﷺ کی معرفت حاصل کر لی تھی لہٰذا ان کی جدائی پر رو دیا تھا۔ سورہ الدریست کی آیت 65 میں فرمایا گیا ہے کہ "انسانوں اور جنوں کو عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے یہاں عبادت سے مراد تسبیح اور تہلیل نہیں بلکہ معرفت والی عبادت ہے کسی کے روحانی مراتب کا مدار قرب پر ہے اور قرب میں تجلیات کا حصول مقصود ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو انہیں تجلیات کے حصول کے لیے پیدا فرمایا جس سے معرفت حاصل ہو۔

بعض اوقات ایسا دیکھنے میں آتا ہے کہ کوئی صاحب نسبت بزرگ کسی پر اپنی توجہ والی نگاہ ڈالے تو جو بھی ان کے سامنے آتا ہے ان کی توجہ کے جلال کو برداشت نہ کرنے کے باعث زمین پر لوٹ پوٹ ہو جاتا ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یکدم بیس پچیس آدمی ایسے زمین پر لوٹتے ہیں جیسے نیم بسمل زمین پر تڑپ رہے ہوں کچھ لوگوں پر تو وجد اور حال صرف معمولی توجہ سے ہی وارد ہو جاتا ہے جبکہ کچھ لوگ سخت نوعیت کی توجہ کو بھی برداشت کر لیتے ہیں اور یہ سب کچھ توجہ حاصل کرنے والے کے ظرف پر انحصار کرتا ہے کم ظرف سالکین کو اگر ان کی برداشت سے زیادہ توجہ دی جائے تو وہ برداشت نہیں کر سکتے اور اس طرح وہ فوری توجہ سے وہ مجذوب ہو جاتے ہیں۔

اولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہ کی توجہ دینے اور لینے کے انداز

صوفیائے کرام رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی توجہ دینا چاہے تو اسے چاہئے کہ اپنے قلب پر "ھو" کی ضرب لگائے اور اس کی طرف پھینکی جائے جس کو توجہ دینا مقصود ہو اور اسی شخص سے اگر توجہ لینا مقصود ہو تو اس شخص کی طرف جانے والے لفظ "ھو" کو دوبارہ اپنے سینے میں واپس لے جائے بعض اوقات دو یا تین اولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہ مل کر کسی کو توجہ دیتے ہیں اور اس کا اثر رونما ہوتا ہوا ملاحظہ کرتے ہیں یہی توجہ لینے اور دینے کا سلسلہ دور کی مسافتوں سے متاثر نہیں ہوتا اور دور افتادہ لوگوں سے بھی توجہ حاصل کی جا سکتی ہے کبھی کسی بزرگ سے توجہ لینے کے لیے اپنے شیخ کو بھی درمیان میں لے لیتے ہیں اس توجہ کی وساطت سے ہی کچھ لوگ اولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہ سے توجہ حاصل کر کے مشکل کاموں کو حل کرنے میں ان کی توجہ سے مدد لیتے ہیں۔ کچھ اولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہ توجہ کے ذریعے ہی اپنا پیغام کسی کو پہنچا دیتے ہیں۔
اولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہ سے ایسے واقعات بھی دیکھنے میں آتے ہیں جو کہ وہ خود نفی ہو کر جس کی طرف توجہ دی اس کو بھی نفی کر دیتے ہیں۔ اگر کسی شخص پر محبت یا نفرت کی توجہ ڈالنا مقصود ہو تو پہلے اس محبت یا نفرت کے اثرات خود اپنے اوپر وارد کر لیے جاتے ہیں اور پھر اس شخص پر منتقل کر دیے جاتے ہیں جس پر ان کا وارد کرنا مقصود ہو مثلاً اگر کوئی شخص سینما دیکھنے کا زیادہ عادی ہو تو پہلے سینما کے لئے نفرت کے اثرات اپنے اوپر وارد کر کے اس شخص پر منتقل کر دیے جائیں گے جس کے لیے سینما دیکھنے سے نفرت کروانا مقصود ہو۔ راقم الحروف کی ایک ہمشیرہ کو ایک دفعہ ایسی شکایت ہوئی تو کافی عرصہ سے اس کی نیند اچاٹ ہو گئی اور جب راقم الحروف نے نیند خود پر طاری کر کے اس ہمشیرہ پر منتقل کیا تو وہ دو تین دن تک اکثر اوقات نیند سے مغلوب رہنے لگیں۔ ایسے ہی کبھی بیماریوں کو دور کرنے کے لئے توجہ دی جاتی ہے توجہات منتقل کرنے کی تفصیل بہت طویل ہے لیکن جو کچھ بیان ہوا ہے اسی پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

دنیا کی طرف توجہ دینے میں توجہ الی اللہ کا فقدان ہے

ہر انسان کے شعور میں توجہ کی ایک مخصوص سمت و مقدار ہے ایک طرف توجہ کرنے سے دوسری طرف توجہ ہٹ جاتی ہے۔ مثنوی دفتر (پنجم) میں لکھا ہے کہ کسی انسان کو پرکھنا ہو تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس کی توجہ زیادہ تر کس طرف رہتی ہے۔ اگر کوئی انسان دنیا کے کاموں کی فکر اور سوچ بچار میں لگا رہے تو بلآخر وہ عقبیٰ غافل ہو جائے گا اور اگر دنیا کی فکر سے بچے گا تو آخرت کی فکر میں لگا رہے گا۔ یہ عام فہم بات ہے کہ جب کسی پودے کو پانی نہیں ملتا تو وہ سوکھ جاتا ہے اسی طرح اگر روح کو اس کی غذا عبادت نہ ملے گی تو وہ سوکھ جائے گی اور اگر کوئی خاردار جھاڑیوں کو پانی دے تو ان بے کار جھاڑیوں کی نشو نما ہو گی عقل کی بات تو یہ ہے کہ انسان پھلدار پودوں کو پانی دے اور کانٹوں والی جھاڑیوں کو پانی نہ دے۔ لہٰذا انسان کو روح انسانی کی آبیاری کرنا چاہیے نہ کہ روح حیوانی (یعنی نفسانی خواہشات) کی۔ مولانا رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا کے مخصوص کو جسم تک محدود رکھو قلب تک نہ پہنچنے دو ہر چیز کو اپنی جگہ پر رکھو سرمہ آنکھوں کے لیے ہوتا ہے نہ کہ کانوں پر لگانے کے لیے۔ دل کا کام جسم سے لینا مناسب نہیں۔ مجاہدے اس وقت تک ہی ہوتے ہیں جب تک انسان مجسم روح اور قلب نا بن جائے۔ مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تو مجسم جسم ہے تو مجاہدوں کو اختیار کر ایسے شخص کے لئے راحت طلبی مضر ہے انسان کا جسم دوزخ کا ایندھن ہے اور روح سدرۃ المنتہیٰ کی شاخ ہے جسم دوزخ کے ایندھن کی طرح ہے۔ جس کا لقب ابو لہب کی بیوی کی طرح ہے اور روح عالم بالا کی چیز ہے مال و دولت کی تلاش کی بجائے استغنا کی تلاش کی جائے یہ مقصود اعظم کو حاصل کرنے کے برابر ہو گا علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

امارت کیا، شکوہ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل؟ — نہ زور حیدری تجھ میں نہ استغنائے سلمانی
نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیب حاضر کی تجلی میں — کہ پایا میں نے استغنا میں معراج مسلمانی

(ب ج:412)